

رضی اللہ عنہ

شاہ امیر معاویہ

و
ممانعت تصویر جاندار

تحریر

حضرت مولانا ابو محمد دیدار علی شاہ الوری ثم لاہوری



رضا اکیڈمی لاہور

تَنْوِيرُ الْعَيْنَيْنِ عَنْ غِشَاوَةِ التَّصَاوِيرِ وَتَوْهِيْنِ الْأَمِيرَيْنِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شانِ امیر معاویہ

و

ممانعتِ تصویرِ چاند ار

تحریر

امام محمد ثین امام اہل سنت حضرت مولانا ابومحمد محمد دیدار علی شاہ الوری ثم لاہوری
رحمۃ اللہ تعالیٰ

سابق امیر مرکزی حزب الاحناف، لاہور

ناشر

رضا اکیڈمی، لاہور

اظہار واقعہ

جب کہ حضرت مخدوم انصحر، وحید الدہر، حجت الاسلام، امام اہل سنت، ماحی بدعت، قبلہ و کعبہ، والد ماجد، مولانا مولوی سید حاجی ابومحمد محمد دین علی شاہ صاحب امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف، ہند، لاہور انجمن نعمانیہ میں بعدہ صدر مدرس رونی افروز تھے جس کو تقریباً آج سولہ سترہ برس گزرتے ہیں، ایک مضمون اخبار ”الہلال“ میں حضرت مخدوم نے ملاحظہ فرمایا جو ابوالکلام آزاد صاحب کی طرف منسوب تھا۔ اس میں سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تاریخی واقعات سے سخت سخت ناگفتہ بہ الزامات تھے اور روانی تحریر میں لکھتے لکھتے آزاد صاحب نے اس مضمون کو یہ کہہ کر قوت دی تھی کہ ہم کہاں تک تاریخ پر پانی پھیریں؟۔

حضرت مخدوم نے بغرض ہدایت و تذکیر آزاد صاحب کو یہ مضمون لکھ کر روانہ کیا اور اس میں بتایا کہ اگر آپ قرآن کریم و احادیث کو تاریخ سے مقدم مانتے ہیں تو لامحالہ ہر اس تاریخی خبر پر پانی پھیریں گے جو قرآن و حدیث کے خلاف ہوگی اور قبل دلائل براءت امیر تحریر فرمانے کے خود آزاد صاحب کو متنبہ کیا تھا کہ آپ آیات قرآنی کے ساتھ تصاویر جو بھرتے چلے جا رہے ہیں، کیا یہ شریعت مطہرہ کے نزدیک جائز ہے؟ مانا کہ آپ آزاد اور ابوالکلام ہیں، مگر ایسی بھی کیا آزادی کہ جس چیز سے اسلام اور بانی اسلام اس قدر نفرت کریں کہ علی الاعلان فرمائیں:

لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كُتُبٌ أَوْ تَصَاوِيرُ

”فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتابا تصاویر ہوں۔“

اسے آپ انہیں فرمان اور قرآن کے ساتھ ساتھ اپنے جریہ میں شائع کریں اور تصویر فروشی کا بھی خیال دل میں نہ لائیں۔

مگر چونکہ اس زمانہ میں وہ پرچہ کسی وجہ سے ضبط ہو گیا۔ الہلال میں شائع نہ ہو سکا۔ لیکن اراکین انجمن نعمانیہ نے اسے اپنے ماہواری رسالہ میں طبع کر دیا تھا۔ چونکہ وہ اشاعت محدود اور بغایت محدود تھی، کسی کے پاس پہنچا، کہیں نہ پہنچا۔ اب جبکہ اراکین بزم تنظیم نے اس

نام کتاب: شان امیر معاویہ رضی اللہ عنہما نعت تصویر جاندار
مصنف: امام المحدثین مولانا علامہ سید ابومحمد محمد دین علی شاہ

محدث الوری ثم لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ

تحریر و ترتیب: محمد عبدالکیم شرف قادری جامعہ اسلامیہ، لاہور
تصحیح: حافظ محمد شاہد اقبال دارالعلوم انجمن نعمانیہ، لاہور

اشاعت ثانی: ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ / جنوری 2005ء

صفحات 48

ناشر: رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

ہدیہ: دعائے خیر بحق معادین رضا اکیڈمی

مطبع: احمد سجاد آرٹ پریس، لاہور فون 7357159

نوٹ

بیرون جات کے حضرات بیس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر

طلب فرمائیں

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)

محبوب روڈ۔ رضا چوک۔ مسجد رضا۔ چاہ میراں فون 7650440

لاہور نمبر ۳۹

مضمون کو دیکھا تو ضرورت وقت کے لحاظ سے اس کی اشاعت کو مفید سمجھا، لہذا نذر ناظرین ہے۔
اشاعت سابقہ اور موجودہ میں صرف اتنا تبدل و تغیر ہے کہ اس وقت بصورت خط آزاد صاحب کو لکھا گیا تھا۔ اب بصورت رسالہ طبع ہوا ہے۔

امید ہے کہ ناظرین رسالہ کو اول سے اخیر تک ملاحظہ فرما کر فیصلہ کریں گے کہ جو لوگ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں محض تاریخ کی بنا پر اوئدی سیدھی ہانک دیتے ہیں۔ وہ کہاں تک حق بجانب ہیں اور جو لوگ اپنے مکاتوں کو تصاویر سے مزین رکھتے ہیں، وہ کس حد تک اتباع سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کر رہے ہیں؟ و ما علینا الا البلاغ۔

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد غفری عنہ

خطیب مسجد وزیر خان، لاہور

نوٹ:- حضرت امام الحرمین مولانا سید ابوالمحمد محمد بدیع علی شاہ الوری رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۹۱۷ء میں لاہور سے آگرہ تشریف لے گئے تھے، اس سے پہلے وہ دارالعلوم انجمن نعمانیہ، لاہور میں تدریس فرماتے رہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تحریر آج سے ۸۸ سال پہلے کی ہے، تاہم اس کی افادیت آج بھی برقرار ہے، اس لئے اسے رضا اکیڈمی، لاہور کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے، یہ قیمتی اور نایاب رسالہ اپنے ذخیرہ کتب سے فراہم کرنے پر اراکین رضا اکیڈمی، شیخ القرآن مولانا علامہ علی احمد سندیلوی مدظلہ کے شکر گزار ہیں، مولائے کریم جل مجدہ العظیم انہیں اور اراکین رضا اکیڈمی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

یاد رہے کہ حضرت امام الحرمین رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار قدیم حزب الاحناف، واقع چنگڑ محلہ اندرون دہلی دروازہ لاہور میں ہے، حضرت غازی کشمیر مولانا علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہما اللہ تعالیٰ آپ کے نامور فرزند ابان گرامی تھے۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری

۱۸ شوال ۱۴۲۵ھ

یکم دسمبر ۲۰۰۳ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى حَبِيبِهِ مُحَمَّدٍ
الْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ۔

آج دنیا میں بڑے بڑے عالم، واعظ، ایڈیٹر، دین کے فدائی، اسلام کے شیدائی اپنی تقاریر میں نہایت درد مند لہجہ میں حمائیت اسلام کی دعوت دے رہے ہیں اور خود انداز اسلام پر کمر بستہ نظر آتے ہیں، اور پھر یہ ماتم ایک شہر ایک قریہ میں نہیں۔ بلکہ اغیار کے تشدد و مظالم کا مرثیہ گھر گھر میں پڑھا جا رہا ہے۔ ہر واعظ، پیکچرار، لیڈر، مبلغ یہی سن رہا ہے کہ ہم غلبت انحطاط میں آگئے ہیں۔ ہر طرف سے یہی صدا ہے کہ مسلمانو! ہوش میں آؤ۔ اب تمہاری ذلت و رسوائی حد کو پہنچ گئی۔ مگر آج تک کوئی یہ نہیں بتاتا کہ ہماری ذلت و رسوائی، ہماری خواری و بربادی اس درجہ پر پہنچ جانے کے باوجود ہم سب کس حق سے مدعی ایمان ہیں؟ جبکہ قرآن کریم میں صاف اور صریح لفظوں میں ارشاد ہے: **وَأَنْتُمْ الْأَغْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ**۔ یعنی تم ہمیشہ بلند و بالا دست ہو گے، اگر تم مومن رہے۔

آج ہم اس کے برعکس دیکھ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم جس قدر ترقی و ارتقاء کی جدوجہد کرتے ہیں۔ اسی قدر قعر مذلت میں پڑ رہے ہیں۔ اغیار ترقی دنیاوی میں ہم سے دور چلے گئے۔ اور ہم ہیں کہ بجائے ترقی کے دن بدن دینی و دنیوی ارتقاء میں پست ہوئے جا رہے ہیں۔ اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہمارے عوام و خواص مؤمن نہیں رہے۔ اور ان کا دعویٰ ایمانی غلط ہے؟ اس کے جواب میں اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو کہوں گا اور صاف کہوں گا، کہ اگرچہ ہم مومن ہیں اور یقیناً مومن ہیں، مگر چونکہ جبل متین شریعت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہمارے ہاتھ سے چھوٹ گئی ہے۔ اس وجہ سے ایمان کامل ہم میں نہیں رہا۔

اور اس کا سبب یہی نظر آتا ہے کہ بعض آمر یا معروف دنیاوی عن المنکر افراد نے

احکام شرعی کی دعوت تو بدستور جاری رکھی مگر خود عامل نہ رہے، اور جو عامل آمر نہیں، ان کی طرف سے عوام میں وہ بدظنی پھیلا دی کہ ان کی آواز کے لئے عوام کے پاس گوشِ قہقہ نہ رہے۔ اور وہ اپنی خواہشات کے پیرو ہو گئے، اسی وجہ میں ہم پر ذلت و ادبار کی گھٹائیں چھا گئیں۔ ہر سمت سے ہم پر دشمنانِ اسلام کی یورشیں ہونے لگ گئیں۔ ورنہ ہم ہی مسلمان ایک دن وہ تھے کہ دشمن کے دل میں ہمارا وقار اور ہمارا رعب تھا۔ ہماری عزت و حرمت کی جاتی تھی۔

چنانچہ ابوالکلام آزاد صاحب جیسے مدعی حمایتِ اسلام کا اخبار ”الہلال“ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ روز چہار شنبہ جب میری نظر سے گزرا تو جو میرا خیال تھا یقین کی حد تک پہنچ گیا۔ چنانچہ الہلال کے ٹائٹل پر تو آیت مذکورہ ”وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ“ درج تھی اور اندر صفحہ ۳ سے صفحہ ۷ تک ایک مضمون بعنوان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر درج تھا اور نہایت پر جوش طرز میں لکھتے لکھتے لکھنا شروع کیا کہ:

”امم قدیمہ کی گمراہی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ یہ فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہمیشہ علماء و رؤساء دین کے قبضہ اقتدار میں رہا۔ اسی لئے جب تک وہ خود حق پر قائم رہے، ہدایت قائم رہی اور جب وہ گمراہ ہو گئے تو قوم بھی برباد ہو گئی۔ اسلام نے اس مرض کا یہ علاج تجویز کیا کہ امر بالمعروف ہر فرد امت کا فرض قرار دیا۔ اور اس کی پوری ذمہ داری قوم پر پھیلا دی، یعنی ہر مومن جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا اقرار کرتا ہے، ہجر و اقرار اس کا عہد کر لیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو قیامِ حق اور انسدادِ باطل کا ذمہ دار سمجھے گا۔

اور لطف یہ کہ خود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذمہ دار ہو کر اپنی ذات کے لئے عامل نہیں، چنانچہ میں نے ایک مضمون آزاد صاحب کو اس طرح لکھا اور بتایا کہ آپ کے اس مضمون سے میں بہت خوش ہوا۔ مگر باوجود اعترافِ تکبر زری و تکبر دانی چونکہ میں بھی

ایک فرد امت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں، بایں وجہ کیا میرا یہ فرض نہیں کہ آپ جیسے شیدائیانِ قوم و معاونینِ اسلام سے جو منکرات بصورت معروف ظہور میں آرہے ہیں۔ اگر انسداد نہ کر سکوں تو متنبہ بھی نہ کروں۔ اگرچہ میں کچھ نہ ہی بقول کہے:

صوفی ہوں، نہ رند ہوں، نہ واعظ۔ مگر دلدادہ نام مصطفیٰ ہوں۔

اور پھر اگر میری تحریر و تحقیق میں کوئی خطا ہو تو اس سے مجھے مطلع کرنا، نہ صرف آپ کا فرض ہے۔ بلکہ ہر فرد مومن پر لازم و ضروری ہے۔ اور میرے خیال میں کسی کی غلطی پر کسی کو مطلع کر دینا گناہ نہیں۔ بلکہ بموجب حدیث صحیح مسلم شریف جو آپ نے الہلال مذکورہ کے صفحہ ۶ پر نقل کی ہے ”کوئی بھی مسلمان اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے سکوت کرے گا تو ضعیف الایمان کہلائے گا“ اور بموجب حدیث ترمذی شریف جو حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ ”مردود الدعاء اور مستحق عذاب ہوگا۔“ چنانچہ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مجتہبائی پریس دہلی کے صفحہ ۳۵۶ پر اس طرح موجود ہے۔

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاللَّيْلَى نَفْسِي بِيَدِهِ
لَتَأْمُرُونَنِّي بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَنِّي عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ
يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا قَاتِلًا عَنْدَهُ ثُمَّ لَتَذَعُنَّهُ وَلَا يَسْتَحَابُّ لَكُمْ۔

(ترجمہ:) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات مقدس کی جس کے یہ قدرت میں میری جان ہے، البتہ! تم حکم کرتے رہو بھلی (اچھی) بات کا اور منع کرتے رہو بری بات سے، ورنہ قریب ہے کہ بھیجے گا اللہ جل و علا و تبارک و تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے ایسا عذاب کہ پھر دعا مانگو گے اور قبول نہ ہوگی۔

اب غور کر لیجئے کہ ہم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چونکہ چھوڑ دیا، یہی وجہ ہے کہ آج ہم پر وہ عذاب بصورت حملہ مخالفین آرہے ہیں، اور باآنکہ ہم ان حملہ کنندگان کے منہ کی دعائیں کر رہے ہیں، مگر وہ نہیں مٹتے۔ فرمائیے کیا باعث ہے؟ یہی کہ آج بے

سوچے آپ جیسے امر بالمعروف نے کہہ دیا کہ مطلقاً ہر فرد امت بلا حصول شعور و امور دین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مستحق ہے۔ جس کے صریح معنی یہ ہوئے کہ علماء دین اور کتب مذہب نہ محققین سب بیکار ہیں۔ یہ تحریک چونکہ خلاف قرآن حکیم ہے، لہذا میرا فرض ہے کہ میں آپ کو متنبہ کروں کہ پہلے قرآن کریم کا مطالعہ فرمائیں، پھر خامہ فرسائی کیلئے اسلام میں آئیں، ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔

(ترجمہ: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کرے اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائے اس امید پر کہ وہ بچیں۔

جس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ تمام مومنین توجہ ہو کر فقہیت حاصل کرنے کو سفر نہیں کر سکتے۔ مگر ایک جماعت فقہیت حاصل کر کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کی مجاز ہو سکتی ہے، تعجب ہے جس منصب کو جناب سبب گمراہی بتا رہے ہیں، قرآن کریم اس کا حکم فرما رہا ہے اور پھر نہ صرف ایک جگہ ارشاد ہے، بلکہ متعدد مقامات پر قرآن کریم یہی کہہ رہا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَنَسُكِّنَ مِنْكُمْ أُمَّةً يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

یعنی اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائے اور اچھی بات کا حکم کرے اور بری بات سے روکے اور یہی گروہ مراد کو پہنچے۔

اس سے بھی وہی مدعا ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں ایک جماعت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہونی چاہیے، تاکہ سب لوگ اس کے تتبع ہو کر، اس سے سکھ کر، آپس میں ایک دوسرے کو سنائیں، سکھائیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ فتح الرحمن میں اس آیت کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

”یعنی واجب بالکفایۃ است کہ جمیع بامر معروف و نہی عن المنکر قیام نہایت“

(واجب بالکفایۃ ہے کہ سب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ قائم ہوں)

بنابرین واضح و لاخ ہو گیا کہ کُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ سے مراد مؤمناء و علماء ہے اور اگر کل امت بھی مراد لی جائے تو خیر امت سے مراد وہی مسلمان ہو سکیں گے جو یہو جب احادیث صحیحہ و اسناد عظیم کے اندر ہیں، وہ ہرگز نہیں جو سواد اعظم سے نکل کر ”شَدَّ شُدِّي النِّارِ“ (جو سواد اعظم سے جدا ہوا وہ آگ میں ڈالا جائے گا) ہو گئے، چنانچہ اس بحث کو تقریباً ساٹھ آیات و احادیث سے ہم نے اپنی کتاب مختصر المیزان میں نہایت وضاحت کے ساتھ لکھا ہے، من شاء فليُنظر۔

علاوہ برائیں آیت متلوہ کے آگے جو مضمون ہے وہ بھی ہمارے دعوے کی تائید کر رہا ہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ۔ یعنی اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آچکی تھیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ بھی فتح الرحمن میں اس آیت کریمہ کے نیچے لکھتے ہیں:

یعنی تفرق در اصول دین حرام است کہ جمع معتزلی باشند و جمعہ شیعہ و علی ہذا القیاس۔

(یعنی اصول دین میں فرقوں میں بٹ جانا حرام ہے، اس طرح کہ ایک جماعت معتزلی ہو اور ایک جماعت شیعہ ہو، اسی طرح دوسرے فرقے)

پھر کیا اب بھی آزاد صاحب کی یہ تحریر صحیح مانی جاسکتی ہے کہ امام سابقہ کی گمراہی کا یہ سبب تھا کہ یہ فرض امر بالمعروف و نہی عن المنکر و ایسے علماء و رؤساء دین رہا، اور اس امت میں اس فرض کو و ایسے علماء نہیں رکھا۔ اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو یقیناً آزاد صاحب کو بھی اس تحقیق کے سمجھ لینے کے بعد اپنی غلطی تسلیم کرنی پڑے گی، اور ماننا پڑے گا کہ جس طرح امام سابقہ میں یہ فرض و ایسے علماء تھا۔ اسی طرح امت مرحومہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

والہ وسلم میں بھی یہ فرض واجب علماء و رؤساء دین رہا ہے۔ لیکن جیسے زمانہ ماضیہ میں عوام علماء حق گو کے دشمن ہو جایا کرتے تھے۔ ایسا ہی اب بھی بے دینی کی طرف مائل ہو جانے کی وجہ سے تحصیل علم دین سے تنفر پیدا ہو چلا ہے۔ علماء قدیم مرتے جا رہے ہیں۔ جدید پیدا ہونے کم ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا طلب، جاہ پسند، شتم مولوی، مسٹر اور ایل۔ ایل۔ بی، مولانا بن بن رقوم کے سامنے دین کے شیدائی اور ایمان کے مجسمہ بننے لگ گئے۔ اسٹیجوں پر کھڑے ہو کر فرزند تو حید اور نداء اسلام ہونے کے مدعی ہوئے، جہلاء ان کے پیرو بنے۔ وہ طمع و نیا دی میں پڑے ہوئے حق چھپا کر قرآن و حدیث کے معنی میں ویسی ہی تخریض کرنے لگے، جیسے کہ تورات و انجیل میں کی گئیں۔

علماء حق گو نے جب ان کی عیاریاں، مکاریاں، بے دینیاں عوام کے سامنے پیش کیں۔ عوام کا لانا عام میں بدظنی بڑھی اور اتنی بڑھی کہ دونوں طرف سے بدظن ہو کر نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔ یہودیوں میں تو آج علماء حق گو مفقود ہو گئے اور اگر ایک دو رہے بھی تو بیان حق سے مجبور۔ البتہ انصاری میں تھے اور انہیں کا طفیل تھا کہ اکثر انصاری خصوصاً حبشہ والے مع بادشاہ کے بے دینی سے بچ گئے اور شرف اسلام سے مشرف ہو گئے اور قرآن پاک نے ان کی تعریف فرمائی ہے:

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودُ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا
وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى ذَلِكَ
بِأَنَّهُمْ قَسِيصِينَ وَرَهَبَانَاوَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ وَإِذَا سَمِعُوا مَا
أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِن
الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ
وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ
(المائدہ: ۸۲-۸۳)

ضرورت میں مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ

گئے اور ضرورت میں مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گئے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے۔ اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا، تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں، اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے۔ کہتے ہیں کہ اسے رب ہمارے! ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور اس حق پر کہ ہمارے پاس آیا اور ہم طمع کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ داخل کرے۔

اور جو نصاریٰ نام نہاد نصاریٰ ہیں اپنے علماء حق گو کے مثل یہود دشمن رہے۔ وہ طلب جاہ و جلال میں دین کو تباہ کر بیٹھے۔ چنانچہ ان دونوں فریق کے متعلق قرآن پاک میں صاف تصریح فرمائی گئی:

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى
ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ۔ (المائدہ: ۷۸)
یعنی لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ کی
زبان پر، یہ بدلا ہے ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔

دوسری جگہ مطلقاً فرمایا:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔

یعنی اور وہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخ والے ہیں۔
اور سرکار ابد قراردنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مفصل طریق سے اس طرح فرمایا۔ سنن ابی داؤد اور ترمذی شریف سے صاحب مشکوٰۃ نقل فرماتے ہیں:
”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ فِي الْمَعَاصِي نَهَيْتُهُمْ عِلْمَاءَهُمْ

فَلَمَّا يَنْتَهُوْا فَجَالَسُوهُمْ فِي مَجَالِسِهِمْ قَالُوا كُلُّهُمْ وَشَارِبُوهُمْ
فَضْرَبَ اللَّهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَلَعْنَهُمْ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ
وَعِيسَى بْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ فَجَلَسَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَكِنًا فَقَالَ لَا، وَالَّذِي
نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّى تَأْطِرُوهُمْ أَطْرَافِي رَوَايَةَ قَالَ كَلَّا وَاللَّهِ
لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَأْخُذُنَّ بِيَدِي
الظَّالِمِ وَلَتَأْطِرُنَّهُ عَلَى الْخَفَى أَطْرَافِي لَتَفْضُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قَطْرًا
وَلَتَضْرِبَنَّ اللَّهُ قُلُوبَ بَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ ثُمَّ لِيَلْعَنَكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم نے فرمایا: جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے۔ ان کے علماء نے منع کیا مگر باز نہ آئے، آخر علماء بھی انہیں کے ساتھ ہم پیلہ وہم نوالہ ہو گئے۔ آخرش ان عالموں کے دل بھی اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی کروئے جیسے کہ ان کی قوم کے تھے، پھر اللہ جل و علا و تبارک و تعالیٰ نے ان پر بواسطہ داؤد و عیسیٰ علیہما السلام لعنت کی۔ یہ ان کی سرکشی و نافرمانی کا بدلہ تھا، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے یہ قدرت میں میری جان ہے یہاں تک کہ تم منع کرو ان کو حق منع کرنے کا۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے (جو اس کی تفصیل کر رہی ہے) فرمایا: واللہ! تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، انہیں بری باتوں سے منع کرو اور ظالموں کو ظلم سے روکو حق کہہ کر اور حق پر قائم رہو، ورنہ تمہارے دل بدوں کے سے ہو جائیں گے اور اللہ تم کو بھی اپنی رحمت سے دور کر دے گا جیسے انہیں دور کر دیا۔

یہی سبب ہے کہ آج ہم میں بھی بنی اسرائیل جیسی بیماریاں پھیلیں یعنی دنیا دار، علماء حقہ کے دشمن بن گئے اور دنیا دار مولوی ان میں مل کر ہم پیلہ وہم نوالہ ہو کر تحصیل مال و منال کے لالچ میں ان کے ہم نوا ہو کر ان کی سی کہنے اور ان کی خواہشات کے مطابق چلنے

لگے تو ہو جب فرمان مخرصادی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پر بھی نئی نئی صورتوں میں عذاب الہی کا نزول ہونے لگ گیا۔ کہیں ظالم حاکم ہم پر مسلط ہو کر عذاب آیا، کہیں بے دینوں کے غلبہ سے ہم معذب کئے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ اس نبی اطمینانی روحی فدائے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا ظہور ہے جو آج سے تیرہ سو برس قبل فرمائی جا چکی ہے، کہ جب اتباع شریعت چھوڑ دو گے۔ اللہ تمہارے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دے گا۔ اس کا آج یہ ظہور ہے کہ ہرست سے مسلمانوں پر حملہ ہے، ہر طرف سے اسلام اور اہل اسلام کے لئے آواز بون (مارو) ہے۔

بنین ثبوت موجود ہے ہمیں میں ایام عشرہ محرم پر مسلمان تعزیر داری و دیگر خرافات خلاف شرع کے نہایت زور کے ساتھ مؤید بنے۔ علماء نے بہت کچھ منع کیا مگر نہ مانے آخرش جان و مال کا نقصان اٹھا کر ذلیل ہو کر تھوڑی مدت ہوئی کہ باز آئے، ورنہ عشرہ محرم میں ہمیں جملہ فتنہ و فساد کے لئے مخصوص تھی۔

اور مذہب سے اس قدر متفرک کہ اگر کوئی خالص حنفی انجمن جو مرزائی قادیانی۔ چکڑ الوی۔ اہل قرآنی، رافضی۔ خارجی۔ وہابی۔ غیر مقلد جملہ مذاہب باطلہ کا رد کرے اور امداد چاہے تو تنگ دستی، قلت کار و بار، انسداد روزگار کے شکوے پیش ہوتے ہیں۔ لیکن اگر قادیانی یا بے دینوں کی کوئی انجمن مانگے تو اپنی حلال روزی سے اس میں دینا صحیح مصرف سمجھا جاتا ہے، اور جب وہ فتنہ مسلمانوں کے گاڑھے پسینہ کی کمائی سے اپنی بنیاد مضبوط کر لیتا ہے تو ہائے وائے کرتے ہیں مگر وہ بھی اوپر کے دل سے۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفت کرتے کرتے جد ہر سے کچھ مال ہاتھ آتا نظر آیا، ادھر ہی اڑھک گئے۔

دور کیوں جائیں ہمارے آزاد صاحب کے الہلال کو ہی دیکھ لو کہ ایک طرف تو ہانچیل پر تحریر کرتے ہیں۔

وَلَا تَقْنُصُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔

اور دوسری طرف یہ حال کہ الہلال کا کوئی پرچہ نہ ہوگا جس میں ذی روح کی

تصاویر نہ ہوں۔ بآنکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم نے ایک جگہ ایک بار ایک طرح نہیں سینکڑوں طریق سے مخالفت فرمائی اور نفرت کی۔ مگر آج معیار تجارت اگر ہے تو تصویر۔ ترقی کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو تصویر۔ زمین مکانات کا اگر کوئی خاص سامان ہے تو تصویر۔ اور آزاد صاحب الہلال نے تو حدیثی کردی کہ زندہ تو زندہ، شہداء و غازیان ہلقان تک کی تصاویر شائع کر دیں اور ان تصاویر کے خریدنے کی ترغیب تک دلائی۔ اگر ”صاحب الہلال“ اپنے ضمیر اور حکم شرعی سے غور کریں گے تو انہیں یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ جس جس گھر میں ان کا جریدہ ”الہلال“ پہنچا، وہ ملائکہ رحمت کی آمد سے محروم رہا اور اس کا گناہ آزاد صاحب کی گردن پر پڑا اور پڑے گا۔ اور وہ مکان جس میں ملائکہ رحمت کی آمد و رفت نہ ہو، منحوس بنا اور یہ سب کیوں ہوا؟ محض ایسے علماء کی طفیل ہوا جیسے آزاد صاحب ایڈیٹر الہلال۔

اب ذرا چشم ایمان سے ملاحظہ ہو کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں۔ بخاری شریف مطبوعہ مطبع مجتہدائی ۱۳۳۵ھ، جلد اول، ص ۲۷۳ کتاب الانبیاء میں ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى الصُّورَ فِي الْبَيْتِ لَمْ يَدْخُلْ حَتَّى أَمَرَهَا فَمُحِيتْ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن جب تصاویر ذی روح خانہ کعبہ میں دیکھیں۔ آپ کعبہ میں اس وقت تک داخل نہ ہوئے۔ جب تک کہ آپ کے حکم سے وہ نہ مٹا دی گئیں۔

اور اسی صفحہ میں ہے:

قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ فَوَجَدَ فِيهِ صُورَةَ إِبْرَاهِيمَ وَصُورَةَ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَقَالَ أَمَّا هُمُ فَقَدْ سَمِعُوا أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةُ هَذَا إِبْرَاهِيمَ مُصَوِّرٌ فَمَالَهُ يَسْتَقْسِمُ -

یعنی راوی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے صورت ابراہیم و مریم علیہما السلام ملاحظہ فرمائی۔ آپ نے فرمایا: یہ مشرک سن چکے ہیں کہ جس گھر میں تصویر ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اور یہ صورت ابراہیم ہے۔ اس کو استقسام سے کوئی تعلق نہیں۔

(دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تصویر ابراہیم بنا کر مشرکین نے ان کے ہاتھ میں قلم دے دی تھی جس کے ذریعہ فال لیا کرتے تھے۔ اور اسے استقسام کہتے تھے۔) ترمذی شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ أَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَكُونَ دَخَلْتُ عَلَيْكَ الْبَيْتَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ إِلَّا أَنَّهُ كَانَتْ فِي الْبَيْتِ بِمِثَالِ الرِّجَالِ وَكَانَ فِي الْبَيْتِ قِرَامٌ سِوَرٌ فِيهِ تَمَائِيلُ وَكَانَ فِي الْبَيْتِ كُلِّ قُمُزٍ بِرَأْسِ التَّمْثَالِ الَّذِي بِالْبَابِ فَلْيَقْطَعْ فَيَصِيرُ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ وَمُرَّ بِالْبَيْتِ فَلْيَقْطَعْ وَيُجْعَلْ مِنْهُ وَسَادَتَيْنِ مُنْتَبَذَتَيْنِ تُوْطَأَانِ وَمُرَّ بِالْكَلْبِ فَيُخْرِجْ فَفَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

(ترمذی شریف ۱۰۴/۲)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے پاس جبریل آئے اور عرض کیا کہ شب گذشتہ میں میں حاضر ہوا تھا مگر چونکہ راقدس پر تصویر تھی اور گھر کے اندر ایک کتا۔ میں داخل نہ ہو سکا، لہذا اس تصویر کا سر کٹوا دیجئے کہ وہ مثل درخت کے ہو جائے اور پردہ بھی کٹوا کر اس کے دو ٹکے بنوا لیجئے کہ پامال ہوتے رہیں۔ اور کتے کو گھر سے نکال دیجئے، چنانچہ سرور و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے ایسا ہی کیا۔

اور مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث بخاری و مسلم سے متفق علیہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اشْتَرَتْ ثُمُرَةً فِيهَا تَصَاوِيرٌ فَلَمَّا رَأَتْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اتُّوبُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ مَاذَا أَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هَذِهِ الثُّمُرَةِ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَسْتَدْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّورِ يُعَذِّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقَالَ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّورَةُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ - متفق علیہ

(مشکوٰۃ شریف: ص ۳۸۵)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک فرش خریداجس میں تصاویر تھیں۔ جب اسے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا، دروازہ مکان پر ٹھہرے۔ اور گھر میں تشریف نہ لائے۔ سیدہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور کے روئے انور سے آثار کراہیت پا کر عرض کیا، حضور میں اللہ اور رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں اس گناہ سے جو مجھ سے سرزد ہوا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فرش کیسا ہے؟ میں نے عرض کی، حضور کے لیے میں نے خریدا ہے کہ جب تشریف لائیں، اس پر رونق افروز ہوں اور تکیہ لگائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تصویر کش (تصویر کھینچنے والے) بروز قیامت معذّب ہوں گے۔ انہیں کہا جائے گا انہیں زندہ کرو اور فرمایا: بے شک جس گھر میں تصویر ہو ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں داخل ہوتے۔

علاوہ ازیں ایسے مضمون کی صحاح میں بہت احادیث آئی ہیں۔ مَنْ شَاءَ فَلْيَنْظُرْ (جو چاہے ان کا مطالعہ کرے) بناء علیہ جمیع فقہاء و محققین فرماتے ہیں:

وَيُكْرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ وَيَنْ يَذِيهِ أَوْ فَوْقَ رَأْسِهِ أَوْ عَلَى يَمِينِهِ

أَوْ عَلَى يَسَارِهِ أَوْ فِي ثَوْبِهِ تَصَاوِيرٌ -

یعنی مکروہ ہے ایسی صورت میں نماز پڑھنا کہ اس کے آگے یا سر پر یا دائیں یا بائیں جانب یا کپڑے پر تصاویر ہوں۔

آگے فرماتے ہیں:

وَفِي الْبَسَاطِ رَوَاقِشَ وَالصَّجِيحِ أَنَّهُ لَا يُكْرَهُ إِذَا لَمْ يَسْجُدْ عَلَى التَّصَاوِيرِ هَذَا إِذَا كَانَتْ بِصُورَةٍ كَثِيرَةٍ تَبْدُو لِلنَّظَرِ مِنْ غَيْرِ تَكْلُفٍ كَذَا فِي فُتَاوَى قَاضِي خَانَ. وَلَوْ كَانَتْ صَغِيرَةً بَحِثْ لَا تَبْدُو لِلنَّظَرِ إِلَّا بِتَقْلِيلٍ فَلَا يُكْرَهُ وَإِنْ قُطِعَ الرَّأْسُ فَلَا بَأْسَ بِهِ وَقَطْعُ الرَّأْسِ أَنْ يُمَحَى رَأْسُهَا بِخَبْطٍ يُخَاطُ عَلَيْهَا حَتَّى لَمْ يَبْقَ لِلرَّأْسِ أَثَرٌ مُضِلٌّ وَلَوْ خَبِطَ بَيْنَ الرَّأْسِ وَالْجَسَدِ لَا يُعْتَبَرُ لَأَنَّ مِنَ الطُّبُورِ مَا هُوَ مُطَوَّقٌ وَأَشَدُّهَا كَرَاهِيَةً أَنْ تَكُونَ أَقَامَ الْمُصَلِّي ثُمَّ فَوْقَ رَأْسِهِ ثُمَّ يَمِينَهُ ثُمَّ يَسَارَهُ ثُمَّ خَلْفَهُ هَكَذَا فِي الْكَافِي وَفِي التَّهْذِيبِ وَلَوْ كَانَتْ عَلَى وَسَادَةٍ مُنْصُوبَةٍ بَيْنَ يَدَيْهِ يُكْرَهُ وَلَوْ كَانَتْ مُلْقَاةً لَا يُكْرَهُ كَذَا فِي التَّنَاقُوتِ غَايَةِ وَلَا يُكْرَهُ تَمَثُّلُ غَيْرِ ذِي رُوحٍ كَذَا فِي التَّفَاسِيرِ -

یعنی فرش کے متعلق رو حکم ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اگر تصویر پر سجدہ نہ ہو تو مکروہ نہیں اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ تصویر اتنی بڑی ہو کہ دیکھنے والے کو صاف بلا تکلف نظر آئے۔ ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر وہ تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کو بتائیں (غور کرنے سے) نظر آئے تو بھی مکروہ نہیں ہے اور اگر تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور قطع راس یہ ہے کہ اس کو مٹا دیا جائے ڈوروں سے، حتیٰ کہ سر کا اصل نشان نہ رہے اور اگر سر اور جسد تصویر کے درمیان کو ڈوروں سے سیا جائے تو غیر معتبر ہے، اس لئے کہ بہت جانوروں کے گلے میں طوق کا خط بھی ہوتا ہے، اور تخت کراہیت یہ ہے کہ نمازی کے آگے تصویر ہو، دوسرے ادنیٰ یہ کہ سر پر ہو، اس سے ادنیٰ یہ کہ داہنے یا بائیں طرف ہو یا پیچھے ہو،

ایسا ہی کافی میں ہے اور تہذیب میں ہے کہ اگر تکلیف میں منصوب (کھڑا) ہو تو مکروہ ہے اور اگر پیروں میں پڑا ہوا ہے تو مکروہ نہیں۔ اور تصاویر غیر ذی روح مکروہ نہیں۔ ایسا ہی تفاسیر میں ہے۔ اور مسلم شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي صَالِحٍ الْأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَدْعَ بِمَثَالَا إِلَّا طُمْسَةً - الخ

یعنی حضرت ابو صالح راوی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے مجھے فرمایا: کہ کیا نہ بھیجوں میں تجھے اس کام پر جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا اور وہ یہ کہ نہ چھوڑوں میں کوئی تصویر مگر اس کو جو کر دوں۔ (منادوں) اسی وجہ میں صاحب کبیری فرماتے ہیں:

وَلَوْ رَأَى صُورَةً فِي بَيْتٍ غَيْرِ يَجُوزُ لَهُ مَحْوُهَا وَتَغْيِيرُهَا -

یعنی اگر کسی غیر کے گھر تصویر دکھی جائے تو اس کا مٹانا بدون مرضی صاحب مکان

جائز ہے۔

پھر ایک تصویر ہی کیا قریب قریب ہر کام میں ناجائز طریقہ ہمارے بڑے بڑے اور نام نہاد جاہ طلب علماء نے اختیار کر رکھا ہے، زبان و قلم سے اسلام کے شیدائی دین کے فدائی اور اصل میں دل سے دنیا کے سودائی بنے ہوئے ہیں۔ جواز اور عدم جواز صرف کہنے اور اعلان کرنے کو ہے، اپنے لئے نہیں۔

چنانچہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسیح معدوم و مجہول کی بیع سے منع فرمایا: مسلم شریف میں ہے:-

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُرَابَنَةِ وَالْمُعَاوَمَةِ وَالْمُخَابَرَةِ

اور دوسری روایت میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ السِّبِينِ - علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح حدیث ہذا میں تحریر فرماتے ہیں:

وَأَمَّا السُّبُحِيُّ عَنْ بَيْعِ الْمُعَاوَمَةِ وَبَيْعِ السِّبِينِ وَمَعْنَاهُ أَنْ يُبَاعَ ثَمَرُ الشَّجَرَةِ غَامِئِينَ أَوْ ثَلَاثَةً أَوْ أَكْثَرَ فَيُنْهَى بَيْعُ الْمُعَاوَمَةِ وَهُوَ بَيْعُ السِّبِينِ وَهُوَ بَاطِلٌ -

یعنی بیع السنین اور بیع معاومہ کے یہ معنی ہیں کہ فقط ایک درخت کے پھل یا بہت سے درختوں کے پھلوں کو برس یا دو تین برس کیلئے بیچ دے۔ یہ بیع بالا جماع باطل ہے۔ نَقَلَ الْأَجْمَاعُ فِيهِ أَنَّ الْمُنْدِرَ وَغَيْرَهُ بِهَذِهِ الْأَحَادِيثِ وَلَا أَنَّهُ يُبَاعُ غَرَرٌ لِأَنَّهُ يُبَاعُ مَعْدُومٌ وَمَجْهُولٌ غَيْرُ مَقْدُورٍ عَلَى تَسْلِيمِهِ وَغَيْرُ مَمْلُوكٍ لِلْعَاقِدِ -

یعنی یہ اجماع ابن منذر وغیرہ نے ان احادیث کی بنا پر نقل کیا اور اس لئے کہ یہ بیع ایسی شے کی ہے جو معدوم ہے اور مجہول بھی، جس کی تسلیم پر نہ بائع قادر، نہ دہان ملکیت بائع۔ بلکہ ابھی یہی نہیں معلوم کہ اس درخت پر پھل آئیں گے بھی یا نہیں اور آئیں گے تو کتنے؟ اسی مسئلے کی وجہ میں میرے محبت جناب قاضی عبدالوحید صاحب عظیم آبادی نے اپنے رسالہ تحفۂ حنفیہ کے خریداروں کو اعلان کر دیا تھا کہ جو صاحب مجھے قیمت رسالہ بھیجیں وہ محض بہ نیت امداد بھیجیں کہ بیع معدوم باطل ہے۔

اب ملاحظہ ہو رسالہ القاسم دیوبند۔ اور آزاد صاحب کا الہلال وغیرہ وغیرہ جملہ رسالہ جات و اخبارات کا یہ حال ہے کہ باوجود ذی علم ہونے کے پیشگی قیمت طلب کی جاتی ہے۔ یا آئندہ سال بھر تک ہر ماہ کے اختتام پر اس رسالہ کا وجود ظاہر ہوتا ہے۔ مگر چونکہ اس میں آمدنی کے خلاف معاملہ ہے، اس لئے اس امر سے تعلق ہی نہیں، اگر چند اوروں کے کہنے سننے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ہر فرد مسلم کو بنایا جائے۔

اب خصوصیت سے آزاد صاحب ابوالکلام مالک الہلال پر افسوس ہے

کہ اول تو کہہ گئے کہ بدعات محدثات زمانہ پر نظر ڈالتے ہوئے ہم کو بدعات و محدثات بنی امیہ کے ذکر کی مہلت نہیں۔ مگر خود مدعی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہو کر علانیہ طور سے سرگرم تصویر فروش بنے ہوئے ہیں۔ شہداء و عازیان بقتان وغیرہ اور ایندھران مصر کے فوٹو خود اتارے یا اتروائے ہوں گے، تاکہ پیسہ ہاتھ آئے، پھر کبھی بذریعہ سینما اعلان تماشہ ہوا اور فرضی تصاویر یا اصلی تصاویر کو متحرک کر کے دکھایا اور شہداء کا تماشہ بنایا۔ اور اس فعل مذموم کا نام فعل حسن رکھا کہ اس ذریعہ سے مسلمانوں کے دلوں میں جوش اسلامی پیدا ہوگا اور خود موقعہ واردات پر پہنچ کر شہید تو کیا غازی بھی نہ بنے۔ اور بے بھی تو کیا سینے مظلومین و شہداء کے فوٹو گرافر۔ اور ان کی بے کسی و بے بسی کا تماشہ دکھانے والے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کیا ان کی نظر میں یہ فرامین سردار انبیاء نہ تھے؟ میں کہوں گا اور دعوے سے کہوں گا کہ تھے اور ضرور تھے، مگر خواہشات ترقی و دنیا نے وہ پردہ ڈال رکھا ہے کہ حقیقت نظر ہی نہیں آتی اور عمل نیک کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔

قرآن کریم میں لشکر کفار سے لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر کر آنے کو اکبر الکلہ نہ بتایا گیا ہے۔ سورۃ انفال میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قَاتَيْتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَازْخَفَا فَلَا تُولُوهُمُ الْاُدْبَارَ وَمَنْ يُولُوهُمْ يُؤْمِدْ دُبُرَهُ إِلَّا مَنْ خَرَّ اِلَيْهِ فَنَجَّى فَنَجَّى فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَا وَاوَاهُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔

یعنی اے ایمان والو! جب کافروں کے لام سے تمہارا مقابلہ ہو تو انہیں پیٹھ نہ دو اور جو اس دن انہیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جانے کو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا۔ اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

تو کیا آزاد صاحب جنگ بقتان کے موقع پر جا کر تماشہ دیکھ کر مسلمانوں کو کتنا چھوڑ کر، فوٹو لے کر، پیٹھ دے کر نہیں آئے؟ اللہ ہمیں ہدایت دے اور توفیق تو بہ عطا فرمائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ادبی

پھر آزاد صاحب اپنی غایت آزادی میں یہاں تک بڑھے کہ علماء و فضلاء، حق گو کو تو خیر جو کچھ کہا، اس پر صبر تھا مگر صحابہ اور اہل جہل صحابہ تک کو بعض اخبار و احاد اور تاریخی حالات کی بنا پر برا بھلا کہہ گئے۔ حتیٰ کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کوس گئے اور جی بھر کے جو زبان و قلم میں آیا کہہ گئے، با آنکہ آیات و احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں محققین کے نزدیک اخبار تاریخی و خبر آحاد کسی طرح نہیں آسکتیں، مگر آزاد صاحب ہیں کہ اپنے جوش آزادی میں تمام آیات و احادیث کی طرف سے چشم پوشی کر گئے، بلکہ ان تواریخ تک کو نظر انداز کر گئے جن سے ثابت ہے کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید پلید کو خود خلیفہ نہیں کیا اور کوئی اخباری روایت لی بھی تو وہ لی جس سے ثابت ہو کہ حضرت امیر نے بلا مشورہ اہل اسلام یزید کو پسند کر کے خود خلیفہ مقرر کیا۔ اور اس قسم کی تاریخی خبریں نقل کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افعال قبیحہ گن ڈالے۔ چنانچہ ۲۹ محرم ۱۳۳۱ھ الہدالی کے صفحہ ۶ پر اس طرح لکھا۔

”انہوں نے (بنو امیہ نے جس سے بقرینہ عبارت آئندہ حضرت

امیر معاویہ مراد ہیں) اسلام کی جمہوریت کو غارت کر کے اس کی جگہ شخصی

حکومت کی بنیاد ڈالی۔ جو یقیناً اعتقاد قرآنی کی رو سے کفر جلی ہے۔“

پھر اس کفر جلی کو نہ کسی آیت سے ثابت کیا، نہ حدیث سے۔ حالانکہ اس کی مخالفت حدیث صحیح بخاری و مسلم سے ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی خلافت پر جمین حیات میں مقرر فرما دیا تھا اور اس میں آزاد صاحب کی شرط کا کھوج بھی نہیں کہ اسلام کی جمہوریت تعین خلیفہ کے لئے شرط ہے۔

چنانچہ بخاری شریف کے صفحہ ۳۷۱ میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قِيلَ لِعُمَرَ لَا تَسْتَخْلِفُ قَالَ إِنْ اسْتَخْلَفَ

فَقَدْ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي وَهُوَ أَبُو بَكْرٍ وَإِنْ أَتَرَكْتُ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَنُوا عَلَيْهِ۔

اس کی شرح میں مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری مرحوم و مغفور فتح الباری، مینتی، کرمانی اور مجمع البحار وغیرہ سے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں: "فَوَيْهِ ذَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْخِلَافَةَ تَخْصُلُ بِنَصِّ الْأَمَامِ السَّابِقِ۔ اور اسی سبب سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی نے عبدالملک بن مروان کی خلافت پر بیعت نامہ تحریر فرمادیا، جس کا تذکرہ بخاری شریف میں ص ۱۰۶۹ پر ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ لَمَّا بَايَعَ النَّاسُ عَبْدَ الْمَلِكِ كَتَبَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ عَبْدَ الْمَلِكِ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّي أَقْرُ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِعَبْدِ اللَّهِ عَبْدَ الْمَلِكِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى سُنَّةِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ فِيمَا اسْتَطَعْتُ وَإِنْ بَنِي قَدْ أَقْرُوا بِأَبْدِ الْكَ۔

یعنی عبداللہ بن دینار سے مروی ہے کہ جب عبدالملک کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عبدالملک کو اس طرح تحریر فرمایا کہ بے شک میں اقرار کرتا ہوں اطاعت و فرمانبرداری عبداللہ عبدالملک امیر المؤمنین کی۔ یہ پابندی سنت اللہ و سنت رسول اللہ بقدر اپنی طاقت کے اور میرے بیٹے بھی اس اقرار سے کو تسلیم کرتے ہیں۔

افسوس ہے کہ ایک تاریخی روایت کی بنا پر احادیث و قرآن کے خلاف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محض فرضی اعتقاد قرآن گھر کر خانہ ساز کفر جلی کا مرتب بنادیا اور یہ نہ سمجھا کہ کفر جلی پر راضی ہونے والا کافر ہوتا ہے۔

بحر الرائق میں ہے: "الْبَصَائِبُ كُفْرٌ غَيْرُهُ كُفْرٌ" اور جب یہی اصول آزاد صاحب کا ہے تو بنا برائیں اصول انہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق بھی وہی خیال رکھنا پڑے گا۔ معاذ اللہ!

پھر اسی "الہلال" ۲۹ محرم ۱۳۳۱ھ ص ۴ پر لکھتے ہیں: "کہیں مذہبی پیشواؤں کی

جماعتیں مرتکب فساد بن گئیں۔ کہیں کسی بڑی جماعت کے تسلط نے اپنی ضلالت کی باگ اس کے ہاتھ میں دے دی ہے۔" مذہبی پیشواؤں سے مراد تو غالباً آزاد صاحب کے نزدیک ہے دین فرقہ مثل روافض، خوارج، معتزل، وہابیہ ہوں گے۔ مگر بڑی جماعت سے مراد سوائے اہل سنت و جماعت کے اور کون ہو سکتی ہیں؟ لیکن اگر خدا نخواستہ بڑی جماعت سے مراد اہل سنت و جماعت ہیں تو صریح احادیث کے خلاف مضمون ہے اور اس کے سوا دوسری بڑی جماعت کوئی ہو بھی نہیں سکتی۔

ابن ماجہ شریف میں ہے:-

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ مَنْ شَدَّ شِدَّتِي النَّارِ۔

یعنی حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی اور اگر تم اس میں اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑو اور جو نکل گیا اس بڑی جماعت سے وہ جہنم میں پھینک دیا گیا۔

اور دوسری حدیث میں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ وہ بڑی جماعت اہل سنت و جماعت کی ہے۔ چنانچہ اس میں یہ اور ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: "مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ" حضور اودہ بڑی جماعت کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ آتَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي وَهِيَ السَّوَادُ الْأَعْظَمُ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ" جس میں میں اور میرے اصحاب ہوں، وہی بڑی جماعت اور بڑا گروہ ہے۔

اس قسم کے مضامین کی بہت سی احادیث ہیں، منجملہ ان کے میں نے اپنے رسالہ مختصر المیزان بکلام السبحة میں قریب اسی احادیث کے جمع کر دی ہیں اور وہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت ہیں، اس کا ثبوت قرآن کریم سے بھی دیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں یہ بھی بتایا ہے کہ کچھ کتاب الہی وہ ہو سکتی ہے جس میں خدائی قوتیں پائی جائیں اور خدائی قوت وہ بھی جاسکتی ہے جس کا مقابلہ بدایت انسان نہ کر سکے اور ایسی قوتیں سوائے کلام اللہ شریف کے کسی کتاب میں نہیں ہیں۔ مَنْ شَاءَ فَلْيَنْظُرْ۔ (جو چاہے دیکھ لے)

پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پوٹ کرنے کے لئے دو حدیثیں نکالیں اور ان سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظالم بادشاہوں سے تھے اور مطالعہ کو وسیع نہ کیا جس سے ایک ضلیل القدر صحابی کی امانت کے بحر نہ بنے۔ حسب موقع من سب معلوم ہوتا ہے کہ اول ان دو حدیثوں کو نقل کریں جو آزاد صاحب ۲۸ ج ۱ ص ۱۳۳۱ کے "الہلال" صفحہ ۹ پر نقل کر کے خوب جی بھر کے سب کچھ کہہ گئے ہیں، بعدہ حق امیر معاویہ میں مفصل تحقیق نذر ناظرین کریں۔ وَاللّٰهُ الْمُسَوِّدُ وَالْمُعِينُ وَبِهِ نَسْتَعِينُ۔

وہ حدیث جو الہلال میں نقل کی گئی یہ ہے۔

عَنْ ابْنِ نُبَيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُونُ النُّبُوَّةُ فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةُ عَلَى مِنْهَا جِ النُّبُوَّةُ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يَرْفَعُهُ اللَّهُ ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا غَاصِبًا فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللَّهُ ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَا جِ النُّبُوَّةُ. قَالَ حَبِيبٌ فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَتَبْتُ إِلَيْهِ هَذِهِ الْحَدِيثَ. أَذْكُرُهُ إِشَاءَهُ وَقُلْتُ أَرَجُ أَنْ تَكُونَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بَعْدَ الْمَلِكِ الْعَاصِرِ وَالْجَبْرِيَّةِ۔

(اور دوسری حدیث)

عَنْ سَعْدِ بْنِ جَمْهَانَ قَالَ حَدَّثَنِي سَفِينَةُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخِلَافَةُ بَعْدِي فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ مُلْكٌ۔ الخ

ترجمہ حدیث اول: یعنی حضرت ابن بشیر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت جب تک اللہ چاہے تم میں رہے گی۔ پھر منہاج نبوت پر خلافت رہے گی۔ جب تک اللہ چاہے، پھر اسے اللہ اٹھا لے گا۔ پھر ملک غاصب تم میں ہوں گے، پھر ملک (بادشاہ) جابر، پھر اخیر میں وہی خلافت علی منہاج النبوت ہوگی۔ حبیب سب سے یہ کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے، میں نے ان کو یہ حدیث لکھ کر

جاتی تاکہ وہ یاد کر لیں کہ خلافت علی منہاج النبوت کے بعد جابر بادشاہ ہوں گے (اور میں نے لکھا کہ) میں گمان کرتا ہوں کہ قبیح نبوت آپ خلیفہ ہیں، حضرت سفینہ فرماتے ہیں کہ اول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ خلافت میری امت میں تم میں برس رہے گی، بادشاہ ہوں گے۔

اس سے آزاد صاحب نے ثابت کرنا چاہا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی جابر بادشاہوں سے تھے۔ مگر اول تو ان حدیثوں کا جواب انہیں حدیثوں میں موجود ہے۔ اس لئے کہ دونوں حدیثوں میں ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کا عطف ثم کے ساتھ کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللَّهُ پھر ثم سے عطف کر کے ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا غَاصِبًا آیا ہے اور اسی طرح دوسری حدیث میں ہے۔

جس سے ظاہر ہے کہ مقصود دوسرے عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ہرگز نہیں کہ خلافت علی منہاج النبوت معاتیں برس کے بعد اٹھ جائے گی۔ بلکہ بمقتضائے ثم۔ ظاہر ہے کہ بتدریج تراشی کے ساتھ خلافت علی منہاج النبوت رہے گی۔ اسی طرح دوسرے ثم کے اقتضاء سے ظاہر ہے کہ بادشاہ ظالم بھی بتراشی ہوں گے۔ لہذا امانت پڑے گا کہ خلافت علی منہاج النبوت کے اٹھنے کے بعد ایک سخت آثار خلافت علی منہاج النبوت نہ اٹھیں گے، بلکہ کچھ مدت تک خلافت مطلقہ رہے گی۔ مثل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے جس میں علی وجہ اکمال ظہور منہاج نبوت اگر نہ تھا تو ظلم و ستم کے آثار بھی نہ تھے اور پھر چند اور ظالم بادشاہوں جو صراط مستقیم اور راہ حق سے منحرف ہو گئے ہوں، مثل یزید پلید کے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھی باعتبار خاص واقعہ کے جو رکاشیہ ہے مگر مطلقاً جابر نہیں، بلکہ صرف خلافت حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں بوجہ خطا، اجتہادی کچھ ظاہر ہوا اور یہ بھی محض ایک حدیث کے مفہوم میں غلط فہمی کی بنا پر، نہ کہ محض طلب خلافت و امارت کی وجہ میں۔ علاوہ اس کے علامہ برہان الدین صاحب ہدایہ بیان تہذیب قضاء میں سلطان جابر کے متعلق فرماتے ہیں:

وَيَجُوزُ التَّقْلِيدُ مِنَ السُّلْطَانِ الْجَابِرِ كَمَا يَجُوزُ مِنَ الْعَادِلِ لِأَنَّ

الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ تَقَلَّدُوا مِنْ مُعَاوِيَةَ وَالْحَقُّ كَانَ بِبَدْعِي كَرَّمَ اللَّهُ
وَجْهَهُ فِي نَوْبِهِ

یعنی سلطان مان لینا جائز ہے بادشاہ جابر کا جس طرح بادشاہ عادل سے بیعت
جائز ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے امر قضا قبول کیا، حالانکہ اس کے حقدار حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تھے اور علامہ ابن
ہمام فتح القدیر میں اس مدعا کو اور زیادہ واضح طور سے بیان فرما رہے ہیں:

قَالَ قَوْلُهُ وَفِي نَوْبِهِ كَوْنُهُ رَابِعًا بَعْدَ عُثْمَانَ وَفِي نَوْبِهِ اخْتِيَارُ
قَوْلِ الرُّوَافِضِ أَنَّهُ كَانَ أَحَقُّ بِهَا فِي سَائِرِ النُّوَبِ -

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوبت خلافت میں
حضرت علی حقدار تھے، نہ کہ مثل قول روافض تمام خلفاء سے پہلے حضرت علی حقدار خلافت تھے۔
اسی بناء پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ غایت جرم یہ بن سکتا ہے
کہ سیدی و جدی مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مقابلہ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا اصرار امارت کرنا مستلزم بغاوت ہو جائے اور حکم بغاوت کی تصریح آگئے آئے
گی۔ لیکن چونکہ یہ خطا اجتہادی موجب قتل و قائل بن المومنین تھی، اسی وجہ میں بعض علماء
اہلسنت نے اس خطا کو خطا منکر بھی کہہ دیا۔ مگر کوئی عالم علماء اہلسنت اور فقیہ از فقہاء اہلسنت
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجتہد ہونے کا منکر نہیں، بلکہ بڑے بڑے اجلہ صحابہ کا
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجتہد ماننا ثابت ہے۔

اور اصول یہ ہے کہ مجتہد اگر اپنے اجتہاد میں خطا کرے تو مستحق ایک اجر کا ہے،
اور اس اصول کو جمیع فقہاء و اصحاب اصول تسلیم کر رہے ہیں۔ لہذا صاحب ہدایہ کا یہ
مقصد بر گز نہیں ہو سکتا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطلقاً سلاطین جائزہ سے ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت جو رو کو مقید بہ نوبت
خلافت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کر کے حجاج کے جو رو کو مطلق چھوڑا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:
وَالْتَابِعِينَ تَقَلَّدُوا مِنْ الْحَجَّاجِ وَهُوَ كَانَ جَائِزاً -

اور تابعیوں نے عہدہ قضا حجاج سے حاصل کیا، با آنکہ وہ سلطان جائز تھا اور یہ
تمام تقریر تو اس تقدیر پر ہے جب کہ ہو جب بیان صاحب ہدایہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کو بظاہر فی الجملہ اصحاب جور سے مان لیا جائے، یا خاطی فی الاجتہاد تسلیم کر لیا جائے،
ورنہ بمقتضائے حدیث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ تو متصل بزمانہ خلافت علی
منہاج البیوت ہے اور زمانہ ملوک عاصی مثل یزید پلید وغیرہ سلاطین جابرہ کا زمانہ آپ کے
بعد ہے، اور یزید کے بعد پھر سلاطین جابرہ کا ظہور ہوا۔ جیسے حجاج بن یوسف اور بعض خلفاء
عباسیہ جو دشمنان اہل بیت سے تھے۔

بنابر اس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ زمرہ ملوک
عضوض میں داخل ہو سکتے ہیں، نہ سلاطین جائزہ میں۔

اور اگر اسی زمرہ میں تسلیم کر لیا جائے تو سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ
الزام آئے گا کہ انہوں نے جماعت مومنین کو بادشاہ ظالم و جائزہ کے ہاتھ میں اس طرح
دے دیا کہ خود بھی بیعت کر لی۔ اس لئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت
امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیعت کر لینا ثابت ہے، تو یہ کس طرح مان لیا جائے کہ شہزادہ عالم
امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل المنصب امر خلافت کو ایک ظالم جابر کے ہاتھ میں دے
دیتے جو خود امت مرحومہ کے حق میں ایک ظلم ہوتا ہے۔ اس امر کو وہی مان سکتا ہے جو
حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اچھی نظر سے نہ دیکھے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْعَقِيْدَةِ
الْفَاسِدَةِ الْكَاسِدَةِ۔

بناء علیہ ما حصل مفہوم حدیث یہی ہوگا کہ بعد ختم زمانہ خلافت علی منہاج البیوت
کسی قدر وہ خلافت بھی رہے گی جو علی وجہ الکمال علی منہاج البیوت نہ ہوگی، بعد اس کے
شاہان ظالم کا زمانہ ہوگا، پھر آہستہ آہستہ ملوک جائزہ جائیں گے، جن کا جو رو میلان عن
الحق مختلف طور سے ظاہر ہوتا رہے گا۔

چنانچہ اس جو رو کو میلان عن الحق کے معنی میں ہی صاحب تفسیر کبیر نے مختلف طور پر
منقسم کیا ہے۔ تحت آیہ کریمہ:

ومنها جائز أی ما بطل "عن الحق من حرف" عنه لا يؤصل صاحبه
اليه وهو الطريق الضلال التي لا يكاذبه خصي عدوها المندرج
كما تفتح الجائز۔

یعنی جو حق سے روگردانی کو کہتے ہیں، جس کے مراتب بابتبار کی بیشی کے بے شمار
ہیں۔ مجتہد یہ کہ باقتضاء مضامین احادیث یہ ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ جائزہ کا دور دورہ مٹ کر
پھر خلافت میں منہاج النبوت کا زمانہ آئے گا۔ جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا۔
پھر بھی ظاہر ہو، کبھی جائز۔ حتیٰ کہ قیامت تک ہو جب احادیث صحیحہ بارہ عادل خلیفہ مستحق
خلافت کو قریش سے پورے ہوں گے، اور ان سب کے بعد جی ہاشم سے ایک خلیفہ برحق
نفسرت امام مہدی علیہ الرحمۃ والرضوان خلیفہ ہوں۔ چنانچہ یہ مضمون احادیث مذکورہ اور
مندرجہ ذیل احادیث کے ماننے سے واضح ولاح طور پر ظاہر ہو رہا ہے۔

مسلم شریف، جلد ثانی، ص ۱۱۹ کتاب الامارات میں ہے:

عن جابر بن سمرة رضى الله عنهم يقول سمعت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يقول لا يزال الاسلام غريبا الى اثني عشر خليفة ثم قال
ثم لم افهمها فقلت لابي قال فقال كلهم من القریش۔

جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
اس نے سنا کہ فرماتے تھے۔ اسلام بارہ خلیفہ اسلام تک ہمیشہ غائب رہے گا۔ پھر ایک کلمہ
اس طرح فرمایا: جس کو میں نہ سمجھ سکا۔ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا تو انہوں نے
مایا: "كلهم من القریش" تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔

علامہ نووی شارح مسلم شریف اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

قال القاضي قد توجه ههنا سؤالان احدهما انه قد جاء في الحديث
آخر الخلافة بعدى ثلثون سنة ثم تكون ملوكا وهذا مخالف لحديث اثنى
شر خليفة فانه لم يكن في ثلاثين سنة الا الخلفاء الراشدون الاربعة
شبه الذي يوسع فيهما الحسن بن علي رضي الله عنهما قال والجواب

عن هذان المراد في حديث الخلافة ثلثون سنة خلافة النبوة وقد جاء
مفسر في بعض الروايات خلافة النبوة بعدى ثلاثون سنة ثم تكون ملوكا
ولم يشترط هذا في الاثنى عشر۔

السؤال الثاني: انه قد ولي كثير من هذا العدد. قال وهذا اعتراض
باطل لانه صلى الله عليه وسلم لم يقل لا يلي الا اثنا عشر خليفة وانما قال
يلى وقد ولي ولي هذا العدد لا يضر كونه وجدا بعضهم غيرهم هذا ان جعل
المراد باللفظ كل وال ويحتمل ان يكون المراد مستحق الخلافة
العادلين وقد مضى منهم من علم ولا بد من تمام هذا العدد قبل قيام الساعة۔

قاضی (عیاض) فرماتے ہیں یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ ایک بارہ خلیفہ والی
حدیث اس حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
میرے بعد تیس برس خلافت رہے گی، پھر بادشاہ ہوں گے، اور یہ تیس برس حضرت حسن
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک پورے ہو گئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تیس برس تک خلیفہ
ہونے سے مراد یہ ہے کہ علی منہاج النبوت ہوں۔ یعنی بلا کم وکاست طریق نبوت پر خلافت
کرنے والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تیس برس تک رہیں گے۔ پھر بادشاہ ہوں
گے مگر ان کو بارہ کے ساتھ مشروط ماننا اس امر کا پتہ دے رہا ہے کہ وہ بارہ اپنے دور میں آگے
پیچھے ہوتے رہیں گے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ بادشاہ مدعی خلافت تو بارہ سے بہت زیادہ ہو چکے ہیں۔ لیکن
یہ اعتراض اس وقت ہو سکتا ہے جب خلیفہ سے مراد تمام والیان سلطنت اسلام ہوں اور یہ
باطل ہے، اس واسطے کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حصر نہیں فرمایا کہ بارہ
ہی ہوں گے، حالانکہ احتمال قوی یہی ہے کہ بارہ خلیفہ سے مراد بارہ خلفاء عادل ہیں جو
قیامت تک ہو کر رہیں گے۔ اور سیاق حدیث مذکور سے دوسرا احتمال حق معلوم ہوتا ہے کہ
قیامت تک یہ بارہ خلیفہ عادل قریش سے پورے ہوں گے اور ممکن ہے کہ بارہ سے زیادہ
خلفاء عادل وغیر عادل بلا خصوصیت قریش بھی ہو جائیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمْلِكَ الْعَرَبُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي - رواه الترمذی و ابو داؤد -

وَفِي رَوَايَةٍ لَهُ قَالَ لَوْلَمْ يَنْقُ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ يُطَوَّلُ اللَّهُ ذَالِكَ الْيَوْمَ حَتَّى يَبْعَثَ اللَّهُ رَجُلًا مِثْلِي أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمُ أَبِي يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مِلْتُ ظُلْمًا وَجَوْرًا -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا فنا نہیں ہوگی جب تک کہ میری اولاد سے میرا ہم نام ایک شخص عرب کا مالک نہ ہو جائے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو دہرا کر دے گا، یہاں تک کہ میری اولاد سے ایک شخص آئے جو میرے ہمنام ہو اور اس کا باپ میرے باپ کے ہمنام ہو۔ و دروئے زمین کو ایسے عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسی پہلے ظلم و جور سے مملو (بھری ہوئی) ہوگی۔

احادیث مذکورہ سے یہ امر بھی باحسن و جود واضح ہو گیا کہ بارہ خلفاء کا اولاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہونا ضروری نہیں، بلکہ مطلقاً قریشی ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت امام مہدی علیہ الرحمۃ کا (جو برعم شیعہ بارہویں امام ہیں) اور وہ بلا فصل پیدا ہو چکے۔ صرف امام مہدی ایک باقی ہیں۔ جو خوف خوارج سے سرمن رائے میں مصحف علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم لئے ہوئے ہیں (اولاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہونا بالاتفاق ضروری ہے۔

لہذا بارہ امام اس حدیث کے مصداق نہیں ہو سکتے جس میں بارہ خلفاء کا قریش سے ہونا بتایا گیا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کسی کی خلافت پر باتفاق مؤرخین اہل حل و عقد کا اتفاق نہیں ہوا، کہ ان کو شرعاً خلیفہ کہہ سکیں۔ البتہ! ان کے مقتدا اور اولیاء ہونے میں کسی کو کلام نہیں، بلکہ بنی امیہ اور عباسیوں میں جو عادل اور صالح خلیفہ تھے وہ بھی ان کی تعظیم

چنانچہ مسلم شریف کی جلد دوم کے صفحہ ۱۲۶ میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ فَكثُرُوا قَالُوا أَفَمَا نَأْمُرُكَ أَنْ تَقَالَ فَوَابِئُهُ الْأَوَّلُ فَأَلَا أُولَ الْأَوَّلِي فَالْأَوَّلِي وَأَعْطَوْهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید یوم النبو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بنی اسرائیل میں ایک نبی کے انتقال کے بعد فوراً آپے درپے نبی ہوتے رہتے تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ البتہ! خلیفہ بہت ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا، پھر ہمیں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلے خلیفہ ہو جائے اس سے بیعت کرنا اور اس کا حق خلافت ادا کرنا، اللہ ان کو سمجھ لے گا۔ جیسا وہ تمہارے ساتھ معاملہ کریں گے۔ چنانچہ یہی حدیث اور اس کی ہم معنی دیگر احادیث بعض صحابہ کرام کو ترک اطاعت یزید پلید سے ابتدا میں مانع تھیں۔ اور پھر بموجب حدیث صحیح الالاطاعۃ لِمَنْ خَلَقَ فِیْ مَغْصَبَةِ الْخَلْقِ - اس کے افعال قبیحہ کا اتباع کرنے سے مجتنب تھے۔ جیسے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مثل ان کے دیگر صحابہ کبار۔

آخرش جب جان لیا کہ یزید قابل خلافت نہیں، اس سے جدا ہو گئے۔

الحاصل! بموجب احادیث مذکورہ آخر میں اولاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بروایت ابو داؤد صفحہ ۳۸۵ پر ایک حدیث مؤید مانحن فیہ ہے۔ وہو ہذا۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْمَهْدِيَّ مِنْ عَثْرَتِي مِنْ أَوْلَادِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا -

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ مہدی میری اولاد اور اہماء فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوں گے۔ علاوہ اس کے

ایک اور حدیث ہے۔ جو مشکوٰۃ شریف میں ہے، وہ بھی ملاحظہ ہو:

بکریم لحاظ کمال علم و قربت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے تھے اور جو ظالم بادشاہ تھے، وہ بطمع نفسانی مخالف اہل بیت رہے۔ گو تمام سچے مسلمان ان سے اور ان کے افعال سے بیزار تھے مگر کوئی مسلمان ان کی اطاعت سے دست بردار نہیں ہوا، اس واسطے کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار بتھرا رہا میرا سلام کی اطاعت پر زور دیا، عام اس سے کہ وہ عادل ہو یا فاسق۔ عاجز ہو یا جاہل۔

چنانچہ مسلم شریف کے صفحہ نمبر ۱۳۹ میں ہے۔

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيَارُ أُمَّتِكُمُ الَّذِينَ تَحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَشِرَارُ أُمَّتِكُمُ الَّذِينَ تَبْغِضُونَهُمْ وَيَبْغِضُونَكُمْ وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ فَأَلْوَا بِرَسُولِ اللَّهِ أَفَلَا تَنَابَذُهُمُ بِالسَّيْفِ فَقَالَ لَا مَا أَقَامُوا فِيكُمْ الصَّلَاةَ وَإِذَا أُنِيتُمْ مِنْهُنَّ وَلَا تَكُمُ شَيْئًا تَكْرَهُونَهُ فَإِذَا كَرِهُوا غَمَلَهُ وَلَا تَنْزَعُوا يَدَايَ عَنْهُ.

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہیں کہ حضور نے فرمایا تمہارے بہتر امام وہ ہیں جن کو تم محبوب رکھو اور وہ تمہیں محبوب رکھیں۔ تم ان کے واسطے دعا و رحمت کرو اور وہ تمہارے لئے، اور بدتر امام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے رنجیدہ رہیں اور وہ تم پر لعنت کریں اور تم ان پر۔ عرض کیا، حضور کیا ہم انہیں قتل نہ کر دیں۔ فرمایا انہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم نہ کریں اور جب ان سے کوئی منکر فعل دیکھو تو ان سے مجتنب رہو، مگر ان کی اطاعت ترک نہ کرنا۔

یہی سبب ہے کہ فقہاء، محققین ظالم جاہل بادشاہوں کی تصدیق قضا تو لیتے، امامت جمعیہ، عیدین، جماعت وغیرہ کو جائز رکھتے ہیں اور ان کے افعال قبیحہ سے مجتنب رہنے کو واجب سمجھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ جب احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ خلافت علی منہاج النبوت کے انقطاع کے بعد بھی شاہان جاہل و ظالم کچھ دیر بعد ہوں گے، اور ملک عضوض اور خلافت علی منہاج النبوت کے مابین خلافت مطلقہ ہوگی، اور خلفاء، دوازدہ ملوک عضوض سے بہتر اور

متنازع ہوں گے اور خلافت علی منہاج النبوت سے درجہ میں ادنیٰ تو اب اس امر کا سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے ہمراہی اصحاب کرام کے متعلق ہمیں کیا خیال رکھنا چاہیے؟ اس کی مفصل مگر مختصر تحقیق نذر ناظرین ہے۔ بنظر انصاف دیکھیں اور کسی صحابی کی شان میں بے سوچے سمجھے بدزبانی سے باز رہیں۔ وَاللَّهُ الْمَوْقِفُ وَالْمُعِينُ۔

حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں بدزبانی سے بچیں

حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کی جماعت والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کفار لعین کے مقابلہ میں آئے اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی رہے اور حضرت ابوسفیان کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین بھی فرمایا اور ان کی صاحبزادی کو اپنے عقد میں قبول فرما کر شرف قربت سے نوازا اور ان کا ارتداد (معاذ اللہ) صراحۃ کہیں ثابت نہیں اور دیگر منافقین کی طرح ان کو کبھی منافق بھی نہیں بتایا گیا اور نہ کوئی ثابت کر سکتا ہے، بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں فرمایا: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَمُهْدِيًا۔

پھر بعد وفات سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فتح مکہ معظمہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جہاد میں جانا اور بنو جب پیشینگوئی اس جہاد میں حضرت ام حرام بنت ملحان کا شہید ہونا بخاری شریف جلد اول کے صفحہ ۳۹۳ پر اظہر من الشمس ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ خَالَتِهِ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ قَالَتْ نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاقَرِيئًا فَبَيْنَى ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَبْسُمُ فَقُلْتُ مَا أَضْحَكَكَ

لِأَنَّهُمْ مِنْ أُمَّتِي عَزُّوا عَلَيَّ بِزَكَاةٍ هَذَا النَّبِيُّ لَا خَضِرَ كَالْمَلُوكِ عَلَى
 بَسْرَةٍ قَالَتْ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يُجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ قَامَ الثَّانِيَةَ فَفَعَلَ مِثْلَهَا
 قَالَتْ مِثْلَ قَوْلِهَا فَأَجَابَهَا فَقَالَتْ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يُجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ أَنْتِ مِنْ
 ذَوَاتِ الْفَرْجِ مَعَ زَوْجِهَا عِبَادَةُ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا أَوَّلَ مَا رَجَبَ
 مُسْلِمُونَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ فَلَمَّا انْصَرَفُوا مِنْ غَزْوَتِهِمْ قَاتِلِينَ فَتَزَلُّوا الشَّامَ
 رَوَيْتُ إِلَيْهَا دَابَّةً لَتَرَكَبَهَا فَصَرَ عَنْهَا فَمَاتَتْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا۔

(ترجمہ): حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خالہ ام حرام بنت ملحان
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ میری خالہ فرماتی ہیں کہ ایک دن مجھ سے کچھ
 عیب جناب رسالت صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم سو گئے اور پھر ہشتے ہوئے جا گئے، میں نے
 عرض کیا حضور! ہٹنے کا باعث کیا ہے؟ فرمایا: بہت سے آدمی میری امت سے مجھ پر پیش کیے
 گئے کہ وہ اس بحرِ اخضر پر سوار ہو کر جا رہے ہیں، جیسے بادشاہ تختوں پر ہوں، حضرت ام حرام
 فرماتی ہیں، میں نے عرض کی، حضور! دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان سے کرے، حضور صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے دعا کی، پھر سو گئے اور اسی طرح ہشتے ہوئے اٹھے، پھر حضرت ام حرام نے
 اسی سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا، پھر حضرت ام حرام نے عرض کی کہ دعا کیجئے
 کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کرے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تو پہلے غازیوں میں
 تھکی ہو، چنانچہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسلمان اول مرتبہ جہاد
 کرنے کو بحرِ اخضر پر چلے، حضرت ام حرام بھی اس جہاد میں اپنے خاوند حضرت عبادہ ابن
 الصامت کے ساتھ تشریف لے گئیں، جب جہاد سے واپس لوٹے اور شام میں اقامت کی
 حضرت ام حرام کی طرف ان کی سواری کا جانور، جب ان کی سواری کیلئے قریب کیا تو اس
 جانور نے آپ کو گرا دیا اور اسی صدمہ سے وفات پائی اور سو جب ارشاد حضور صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم داخل زمرہ شہداء میں ہوئیں۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد فتح مکہ
 ادب بھی کیا اور اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ بھی کیا اور ان کا جہاد شرعاً ہو جب آیہ

کَرِيمٌ مِنَ الَّذِينَ اتَّفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى عِنْدَ اللَّهِ
 مقبول تھا۔ جس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم نے حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو
 پہلے دیدی تھی اور اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جہاد معتبر نہ مانا جائے تو حضرت
 ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت غیر معتبر رہے گی۔ علاوہ بریں (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کی پیشین گوئی)۔

اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں یہ حدیث صحیح مسلم شریف
 (۲/۳۰۴) میں وارد ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ الْمُسْلِمُونَ لَا يَنْظُرُونَ إِلَى أَبِي
 سُفْيَانَ وَلَا يُقَاعِدُونَهُ فَقَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ ثَلَاثُ
 أَعْطَيْنَهُنَّ قَالَ نَعَمْ قَالَ عِنْدِي أَحْسَنُ الْعَرَبِ وَأَجْمَلُهُ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ أَبِي
 سُفْيَانَ أَرْوَجُهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمُعَاوِيَةُ تَجْعَلُهُ كَاتِبًا مُبَيَّنَ يَدَيْكَ قَالَ نَعَمْ
 وَتَوَمِّرُنِي حَتَّى أَقَاتِلَ الْكُفَّارَ كَمَا كُنْتُ أَقَاتِلُ الْمُسْلِمِينَ قَالَ نَعَمْ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ بعد اسلام ابوسفیان
 سے تمام مسلمان حضرت ابوسفیان سے بوجہ ان معاملات کے جو حالت کفر میں سرزد ہوئے
 تھے، کنارہ کش رہتے تھے۔ لہذا ابوسفیان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض
 کیا: کہ تین گز اہلشیں ہیں جو پیش کرتا ہوں: فرمایا: اچھا کہو! عرض کی میرے پاس میری لڑکی
 اچھل نساء عرب سے ہے، اسے اپنے عقد میں قبول فرمالیں۔ فرمایا: اچھا اور عرض کیا، میرے
 بیٹے معاویہ کو کاتب وحی مقرر فرمالیں۔ فرمایا: اچھا! اور عرض کیا کہ مجھ کو امیر لشکر بنادیں، تاکہ
 جس طرح مسلمانوں کے مقابلہ میں مقاتلہ کیا تھا، اسی طرح کفار سے مقاتلہ کروں۔ آپ
 نے تینوں باتیں منظور فرمائیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں: فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا الْآيَةَ سے واضح کر دیا گیا،
 کہ باغی داخل زمرہ مؤمنین رہتا ہے اور دونوں باہم لڑنے والے مؤمن۔ یعنی مؤمن باغی
 اور غیر باغی مصداق: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ اہی کہلائیں گے۔ یہی سبب ہے کہ حضرت علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مخالفت کے وقت ”اِخْوَانُنَا بَعُوْا غُلَبَانَا“ ہی فرمایا، یعنی ہمارے بھائی ہم سے منحرف ہو گئے اور ظاہر ہے کہ صحابی بالاتفاق وہی ہو سکتا ہے جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایمان کے ساتھ دیکھا ہو اور پھر ایمان پر قائم رہا ہو۔

پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ آزاد صاحب صحابہ کرام کے فضائل میں ایک جگہ ”هُنَّ جُلَسَاءُ الرُّحْمَنِ لَا يَشْفُقُ جَلِيسُهُمْ“ بھی کہہ گئے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں جی بھر کے جو کچھ چاہا، برا بھلا بھی لکھ گئے اور محدثین کرام کا بھی اس امر پر اتفاق ہے ”الصُّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ“ اور بایں ہمہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی طرح کوئی بھی محقق نص قطعی کے ساتھ زمرہ صحابہ سے خارج نہیں کر سکتا۔

اب رہیں بعض آحاد روایتیں اور تاریخی خبریں جو نصوص کے صریح مخالف ہیں، ان پر اعتبار کر کے حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں آزاد صاحب ہی کی ہمت ہے کہ انہیں فاسق و فاجر اور جو چاہیں وہ اتنا لکھ دیں کہ ایک کالم پُر ہو جائے۔ چنانچہ ۲۱ جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ھ چہار شنبہ کے الہلال میں خوب لکھ لکھ کر کالم سیاہ کیا ہے۔ مگر انصاف ہوتا تو کم از کم لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلٌ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتِلُوا كَلَّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ كودیکھتے جس کے صریح معنی ان دونوں جماعتوں کو بری کر کے ان کے لئے وعدہ حسنی کی بشارت دے رہے ہیں۔ وہ دونوں جماعتیں وہی ہیں جن میں سے ایک نے قبل فتح مکہ مقاتلہ کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جان واری، یہ حضرت علی اور ان کی جماعت والے ہیں۔ دوسری وہ جو بعد فتح مکہ شرف اسلام سے مشرف ہوئی اور جان نثار کی۔ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہمراہی ہیں۔

پھر دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

هَذَا كِتَابٌ مُصَدِّقٌ لِّسَانِ عَرَبِيٍّ لَيِّنٍ ذَرِ الْيَدَيْنِ ظَلَمُوا وَبُشْرَى
لِلْمُحْسِنِينَ إِنَّ الْيَدَيْنِ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَتَلَاخَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

يُخَزَنُونَ۔ اُولَئِكَ اصْحَابُ الْحَنَّةِ خَالِدِينَ فِيْهَا جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

یعنی یہی کتاب تصدیق کرنے والی زبان عربی میں ہے تاکہ ڈراوے ظالموں کو اور خوشخبری دے پرہیزگاروں کو۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر استقامت کی۔ انہیں نہ خوف ہے نہ دو غمگین ہوں گے، یہی ہیں جنت والے ہمیشہ رہیں گے اس میں بعوض اپنی نیکی کے۔

کیا اس کے مصداق حضرت امیر معاویہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہیں ہو سکتے، اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی نہیں، بلکہ بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فقہاء صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ لوگوں کو ان کی ادنیٰ شکایت سے منع کرتے اور انہیں فقہاء صحابہ میں شمار کرتے تھے۔ چنانچہ مناقب صحابہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی بخاری شریف میں نقل فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ أَوْتَرُ مُعَاوِيَةَ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرُكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلًى لَا بَنَ عَبَّاسٍ فَاتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ دَعَا فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابو ملکہ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد عشاء حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آزاد شدہ غلام کے سامنے ایک رکعت وتر ادا کی، انہوں نے سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کا تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو۔ وہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں۔ پھر دوسری سند سے نقل کرتے ہیں:

قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ أَصَابَ فَإِنَّهُ فَحْبَةٌ۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر فقیہ صحابی حضرت امیر کو صحابی اور مجتہد مان کر ان پر اتنا اعتراض بھی روا نہیں رکھتے۔ پھر کس طرح یہ جرات ہو سکتی ہے کہ بعض اقوال مؤرخین کی بنا پر ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کچھ

لب کشائی کریں۔ اصل یہ ہے کہ اصول اسلام چار ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ ان میں سے قرآن و حدیث تو دو اصل ہیں جن کے تحت ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ بلکہ حدیث میں بھی باعتبار سند اگرچہ ایک فرقہ کو دوسرے پر غنچائش کلام ہے، مگر قرآن مجید میں تو کوئی کلام کر ہی نہیں سکتا۔

پھر قرآن مجید کی صریح آیت ”يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ“ اور ”أَشْدَاءُ عَلَى الْكُفَّارِ“ اور ”رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ“ بلا استثناء تمام صحابہ کرام کی تعریف میں ہیں۔ اور ”هُمْ جُلَسَاءُ الرَّحْمَنِ لَا يَشْفَعِي بَيْنَهُمْ“ کو آزاد صاحب خود مانتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام جلساء رحمان ہیں اور اچھوں کا جلسہ بد بخت نہیں ہوتا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ معلوم کیا عناد ہے؟ جو ان کو اس اصول سے خارج سمجھا گیا۔ اور

اللَّهُ أَلَّهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوا هُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحَبِيبِي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِغَضِي أَبْغَضَهُمْ۔

حدیث صحیح ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ذرہ اللہ سے میرے اصحاب کے معاند میں۔ انہیں تم نشانہ ملامت نہ بنانا، میرے بعد ان کی محبت میری محبت ہے اور ان سے بغض مجھ سے بغض کرنا ہے۔

پھر آزاد صاحب بموجب احادیث صحیحہ یہ بھی مان رہے ہیں کہ بعض لوگ صحابہ کرام کی بعض لغزشوں کی گرفت کریں گے۔ لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ تم ان سے میرے صحبت یافتہ ہونے کی وجہ سے محبت رکھنا اور ہدف سهام ملامت نہ بنانا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ انْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَذْرَكَ مُدًّا أَحَدَهُمْ وَلَا نَصِيفَهُ۔

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ گالی دو میرے اصحاب کو، نہ گالی دو میرے اصحاب کو۔ قسم ہے اس ذات مقدس کی جس کے یہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم اُحد

پیاز کے برابر سونا خرچ کرو تو میرے صحابہ کے ایک مدیا آدھے مد خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

دوسری حدیث میں ہے، صحیح مسلم صفحہ ۳۱۰ جلد دوم:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ وَبَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ شَيْءٌ فَسَبَّهَ خَالِدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِي فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ انْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَذْرَكَ مُدًّا أَحَدَهُمْ وَلَا نَصِيفَهُ۔ جو پہلی حدیث کے قریب قریب ہم معنی ہے۔

بناءً علیہ علامہ امام نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں:

وَأَعْلَمُ أَنَّ سَبَّ الصَّحَابَةِ حَرَامٌ مِمَّنْ قَوَّحَ شِ الْمَحْرَمَاتِ سَوَاءٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتْنِ مِنْهُمْ وَغَيْرِهِ لِأَنَّهُمْ مُجْتَنِدُونَ فِي تِلْكَ الْحُرُوبِ وَمَتَاوَلُونَ كَمَا وَصَّحْنَاهُ فِي أَوَّلِ فَصَائِلِ الصَّحَابَةِ۔

جان لو کہ صحابہ کرام کو برا کہنا حرام ہے۔ فحش ترین محرمات سے ہے، خواہ وہ یا بھی لڑائی کے فتنوں میں شریک ہوئے ہوں۔ اس لئے کہ یہ لڑائی بمقتضاء ان کے اپنے اپنے اجتہاد کے تھی۔

سب صحابہ حرام ہے

جب احادیث مذکورہ سے صراحت ثابت ہو گیا کہ پھر کس قدر بے انصافی اور رنج نہی ہے کہ احادیث و آیات قرآن کے مقابلہ میں محض تاریخ کا اتباع کر کے جو مدتوں بعد مختلف فرقہ ضالہ روافض و خوارج وغیرہ کے ہاتھ میں رہ کر پھیلیں، سب صحابہ اور توہین معاویہ کو جائز رکھا جائے؟ کیا کوئی یہ اصول ثابت کر سکتا ہے کہ قرآن و حدیث صحیح کے مقابلہ میں کبھی کسی طرح خیر تاریخ ترجیح پاسکتی ہے؟

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آیہ مذکورہ ”لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ انْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ“ سے تمسک فرماتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاطمی فی الاجتہاد اور مستحق ایک اجر کا مانا ہے اور اسی بنا پر تمام محدثین بلا استثناء ”وَالصَّحَابَةُ

لَهُمْ عَذَابٌ، یعنی صحابہ تمام عادل ہیں، مان رہے ہیں۔ اور بوقت جرح و تعدیل کبھی کسی صحابی کے متعلق عدل و فح کی نسبت کلام نہیں کرتے۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ حدیث متفق علیہ صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس جماعت پر سردار ہونا ثابت ہوتا ہے جس کو فضل حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جماعت باغیہ اور داعی الی النافر مایا، مگر اس جماعت میں تو حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے بڑے بڑے اکابر صحابہ عشرہ مبشرہ بھی موجود تھے، بروہ اس جماعت سے مستثنیٰ مانے جاتے ہیں تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ف ملامت بنانے سے زبان روکنی پڑے گی۔ اس لئے کہ ان کے فضائل میں بھی بہت سی روایات صحیحہ موجود ہیں۔

چنانچہ سیرۃ طیبی میں ہے:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَمَّا كَانَ عَامُ الْحَدِيثِ وَقَعَ إِسْلَامُ فِي قَلْبِي فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأُمِّي فَقَالَتْ يَا كَأَنَّ تَخَالَفَ أَبَاكَ بِقَطْعٍ عَنْكَ الْقُوَّةُ فَاسْلَمْتُ وَأَخْفَيْتُ إِسْلَامِي فَقَالَ لِي يَوْمًا أَبُو سُفْيَانَ كَأَنَّهُ شَعَرَ إِسْلَامِي وَأَخْوَاكَ خَيْرٌ مِنْكَ وَهُوَ عَلَى دِينِي فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ ظَهَرَتْ إِسْلَامِي فَلَقَيْتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَحَّبَنِي وَكَتَبْتُ لَهُ أَيْ بَعْدَانِ مُشَارَةً فِيهِ جَبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اسْتَحْبَبْنِي فَإِنَّهُ آمِينَ وَارْذَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا خَلَفَهُ فَقَالَ مَا يَلِينِي مِنْكَ قُلْتُ بَطْنِي قَالَ اللَّهُمَّ نَلَاهُ عِلْمًا وَجَلَمًا۔

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاوِيَةَ اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ زَادَنِي وَابَّةً وَمَكَّنْ لَهُ فِي الْبِلَادِ۔

وَعَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو

لِمُعَاوِيَةَ يَقُولُ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَمُهْدِيًا وَاهْدِهِ وَاهْدِهِ وَلَا تَعَذِّبْهُ۔

یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس سال مقام حدیبیہ تک حضور بغرض اداء عمرہ تشریف لائے تھے۔ دل سے تو میں مسلمان ہو چکا تھا لیکن جب میں نے یہ حال اپنی والدہ سے کہا تو انہوں نے مجھے ڈرایا اور کہا، خبردار! ایسا خیال نہ کر، ورنہ تیرا باپ اس مخالفت پر تیرا کھانا بند کر دے گا، میں نے اسلام خفیہ رکھا لیکن ابوسفیان قرینہ سے تازہ گئے اور مجھ سے کہنے لگے، تیرا بھائی تجھ سے اچھا ہے کہ وہ میرے دین پر ہے، آخرش، بعد فتح مکہ اپنا اسلام ظاہر کر کے حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے مرحبا کہا اور جبرائیل امین علیہ السلام سے مشورہ فرما کر مجھے اپنا کتاب مقرر فرمایا۔ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرکب پر پیچھے سوار تھا کہ حضور نے فرمایا: تیرا کون سا عضو میرے قریب ہے، میں نے عرض کیا پیٹ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ! اس کے پیٹ کو علم و حلم سے پُر کر دے۔

حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاویہ کیلئے یہ دعا کرتے سنا۔ اے اللہ! معاویہ کو کتاب و حساب سکھا دے اور عذاب سے محفوظ رکھ اور شہروں پر قدرت عطا فرما۔

اور بعض صحابہ سے مروی ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے یہ دعا کرتے سنا، اے اللہ! معاویہ کو ہدایت یافتہ رکھ اور ہدایت کرنے والا بنا اور اسے عذاب سے محفوظ رکھ۔

اور صحیح مسلم شریف میں تو یوں بھی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں:

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لِمُعَاوِيَةَ يَا مُعَاوِيَةُ أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ وَتَزَاجِمُنِي عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَأَشَارَ بِأَصْبَعَيْهِ الْوُسْطَى وَالْيُسْبَى تَلِيهَا، تَذَكَّرْتُ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَهُ قَمِيصٌ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَارْزَأَهُ وَرِذَائُهُ وَشَيْءٌ مِنْ شَعْرِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدَ مَوْتِهِ كَفِّنُونِي فِي الْقَمِيصِ وَأَفْرِجُونِي فِي الرِّدَاءِ وَأَرْزُونِي بِالْإِزَارِ وَاخْشَوْ

مَنْحَرِي وَشِدْقَتِي مِنَ الشَّعْرِ وَخَلُّوْا بَيْنِي وَبَيْنَ أَرْحَمِ الرَّاحِمِينَ وَقَدْ قَالَ لَهُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَمْعَاوِيَةَ إِذَا فَلَكَ مِنْ أَمْرِ أُمَّي شَيْئًا فَاتَّقِ
اللَّهَ وَاعْدِلْ۔

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
فرمایا: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے — اور ضرور ملے گا تو مجھ سے دروازہ جنت پر مثل
ان دو انگلیوں کے اور آپ نے کلمہ اور بڑی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ اور ایک روایت میں ہے
کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قمیص مبارک
اور چادر اقدس اور تہبند شریف اور موئے مبارک تھے، چنانچہ آپ نے بوقت اشتغال وصیت
فرمائی کہ مجھے اس قمیص مبارک میں کفن کر، تہبند شریف باندھ دینا اور رداء مبارک میں لپیٹ
دینا اور میرے تنھوں اور منہ میں موئے مبارک لگا کر ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا اور حضور
سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاویہ! جب تو میری امت پر حاکم ہو تو
خدا کا خوف کرنا اور عدل کرنا۔

بنابریں صاف ظاہر ہے کہ جس طرح حضرت طلحہ و زبیر اس لفظ باغیہ اور داعی الی
النار سے متعلق ہیں۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بڑی ہیں۔ اور اسکے
مصدق وہی جماعت مفسدہ ہے جو علاوہ صحابہ کے دنیا طلبی کی وجہ سے شریک تھی۔ جو دل
سے حضرت مولانا علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے دشمن تھے اور رہے۔

اور بقرض غلط اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بموجب حدیث مذکور
باغی ہی مان لیا جائے تو باتفاق فقہاء باغی کی شہادت مقبول ہوتی ہے اور فاسق کی غیر مقبول۔
اندریں صورت بھی شان معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فاسق فاجر کا لفظ کسی طرح جائز نہیں
ہو سکتا۔ چنانچہ قرآن مجید اس دعوے کا مؤید ہے، بعد بیان صفات اہل ایمان ارشاد ہے:

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ
الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ فَضَلَّامِينَ اللَّهُ وَنِعْمَهُ
وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ ۝ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ

لَبِغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا ابْنَيْ تَبَغَّىٰ حَتَّىٰ تَفِيئَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ
فَاءَتْ فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔ اِنَّمَا
الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔

ترجمہ: لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں
آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی، ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔
اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں
تو ان میں صلح کرادو، پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی والے سے لڑو یہاں
تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کرادو۔ اور
عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو آپس
بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔

اس آیت کی تلاوت کے بعد ترجمہ سمجھ کر ناظرین فیصلہ کریں، کہ کیا معاذ اللہ
اللہ سبحانہ و تعالیٰ حضرت علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قلبی حالات سے اس وقت بے خبر
تھا۔ اگر کہتے کہ بے خبر تھا تو معاملہ اسلام ہی ختم ہے اور اگر کہتے کہ بے شک وہ تمام قلوب کا
جاننے والا ہے تو لا محالہ یہ ماننا پڑے گا کہ ضرور اس جھگڑے میں کوئی خاص مصلحت تھی جس کو
خدا جانتا ہے یا خدا والے۔ ورنہ اگر خدا چاہتا تو ان جھگڑوں کو روک دیتا، مگر اس واقعہ کی خبر
تو حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل از وقوع فرما چکے تھے۔

بخاری شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ
السَّاعَةُ حَتَّىٰ تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعَاَهُمَا وَاحِدَةً۔

علامہ عینی شرح ہذا میں فرماتے ہیں۔ قَوْلُهُ فِئَتَانِ أَيْ جَمَاعَتَانِ وَهُمَا فِئَةُ عَلِيٍّ
وَفِئَةُ مُعَاوِيَةَ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَقَوْلُهُ دَعَاَهُمَا وَاحِدَةً "الْمُرَادُ
بِالدَّعْوَى الْإِسْلَامُ عَلَى الْقَوْلِ الرَّاجِحِ وَقِيلَ الْمُرَادُ إِذَا عَقَّدَا كُلُّ مَتَّهِمَا أَنَّ عَلَى
الْحَقِّ وَصَاحِبَهُ عَلَى الْبَاطِلِ بِحَسَبِ اجْتِهَادِ هُمَا فِئَةٌ مُعْجَزَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الدَّوْدِيُّ هَاتَانِ الْفِتْنَتَانِ هُمَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَصْحَابُ الْجَمَلِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دو ایسی جماعتیں قتل و قتل کریں جن کا دعویٰ ایک ہوگا۔ (یعنی دونوں مسلمان ہوں گے) علامہ یعنی بقول راجح فرماتے ہیں: ان دونوں جماعتوں سے مراد جماعت علی اور جماعت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے اور بعض کا قول ہے کہ: دَعُوا لَهُمَا وَاحِدَةً سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک اپنی حقانیت کا ہو جب اپنے اپنے اجتہاد کے دعویدار ہو، اور اس پیشین گوئی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، داؤدی فرماتے ہیں کہ ان شاء اللہ دو فریق سے مراد حدیث میں اصحاب جمل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیہ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِیں فرمادیا کہ یہ لڑنے والے برہنا نفسانیت نہیں ہو سکتے، بلکہ مومن ہوں گے اور ایمان کو دوست رکھنے والے اور فسق و فجور سے متنفر اور محض اجتہادی خطا سے لڑیں گے، لہذا ان میں صلح کرادو۔ اور جب وہ حکم خدا کی طرف پھر آئے تو دونوں میں عدل کے ساتھ انصاف کرو اور اللہ منصفوں کو محبوب رکھتا ہے اور مومن مومن بھائی بھائی ہیں۔ یہی سبب تھا کہ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے مقدس صحابی فضائل امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ کر ان کے ساتھ ہو گئے اور حضرت معاویہ جیسے خدا ترس صحابی حدیث إِذَا مَلَكَتِ الْفِتْنَةُ پر خیال کر کے طالب خلافت ہو گئے اور اپنی خطا اجتہادی کے سبب سے حضرت شیر خدا سے لڑنے کھڑے ہو گئے اور حضرت عمار بن یاسر جیسے صحابی احادیث فضائل سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ کر اور ان کی اجتہادی قوت کو مد نظر رکھ کر ان کے ساتھ ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ کو تیار ہو گئے۔ اور میں بھی اپنے دل سے جب (رائے دریافت) استخراج کرتا ہوں، تو اسی نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ اگر میں اس وقت ہوتا تو حضرت مولانا علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ ہوتا اور ایک تیسری جماعت صحابہ تہمی جو دونوں کی صحابیت و حقانیت پر نظر ڈالتے ہوئے مضطرب ہو کر گوشہ نشین ہو گئے۔

پھر فیصلہ بھی اس شان سے ہوا

کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کھڑے ہونے کی وجہ اس حدیث کو پایا تو بمشغاء کمال حقانیت آپ نے فرمایا: کہ اگر ہم کو پہلے سے اس حدیث کا علم ہوتا تو ہم ہرگز نہ لڑتے۔ اور یہی حال حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظر آتا ہے کہ باوجود اس کے کہ مقابلے میں کھڑے ہیں، بظاہر جماعت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے پورا مقابلہ ٹھنکا ہوا ہے مگر ایک شخص جماعت معاویہ کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت کے ایک شخص کا سر لایا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

چنانچہ یہ مضمون ابوالفداء میں موجود ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر سے ایک شخص جرموز نامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت کا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر لایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ناراض ہو کر فرمایا: میں نے حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے: "قَاتِلِ الزُّبَيْرَ فِي النَّارِ" یہ حدیث مختلف سندوں سے مسند امام احمد بن حنبل، جلد اول کے صفحہ ۸۹ اور صفحہ ۱۰۲ میں موجود ہے اور لطف یہ کہ خود حضرت مولانا علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضرت زبیر کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اور پھر باوجود اس کے حضرت علی اور سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما برحق تھے، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاظمی فی الاجتہاد۔ مگر اس صلح کو ہو جب حکم کلام اللہ حق معاویہ میں قبول فرما کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کو پورا کر کے دکھا دیا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہزادہ عالم جناب امام حسن سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرمایا تھا:

إِنْ أَمْسَى هَذَا بَيْنِي الْحَسَنُ سَيِّدٌ وَسَيُصْلِحُ اللَّهُ تَعَالَى بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

بے شک یہ میرا بیٹا یعنی حسن سید ہے اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ بسبب اس کے

دو مومنوں کی جماعت میں صلح کرادے گا۔

اور یہ امر بھی اظہر من الشمس ہے کہ جو جب پیشین گوئی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "إِذَا مَلَكَتْ أُمْرَأَتِي فَأَتَى اللَّهَ وَاعْدِلْ" حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ ہونا تو لا بدی ہی تھا مگر امیر معاویہ کی خطا اجتہاد کی تھی تو صرف اتنی سی بات میں کہ بچہ محرم ہو جانے کے قبل از وقت طالب خلافت ہو گئے اور باہم کچھ جنگ و جدال ہوا مگر نہ اتنا جتنا کہ بعض مورخوں نے عبارت آرائی کرنے کو رنگ کر دکھایا ہے۔ بلکہ اس لڑائی کو اگر نظر حق میں سے دیکھا جائے تو باہم بطریق چشم نمائی تھی۔ اور نہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو جماعت معاویہ سے کسی کا قتل کرنا مقصود تھا، نہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جماعت علی کو قتل کرنا نظر۔ کَمَا هُوَ ظَاهِرٌ مِّنَ الْآحَادِيثِ الْمَذْكُورَةِ

اور بخاری شریف جلد اول مطبوعہ مطبع احمدی میرٹھ کے صفحہ ۲۷۲ میں ایک مفصل حدیث ہے جو ہمارے دعویٰ کو بطریق واضح بیان کر رہی ہے۔

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) يَقُولُ
اسْتَقْبَلَ وَاللَّهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِكَتَائِبَ
أَمْثَالِ الْجِبَالِ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ إِنِّي لَأَرَى كِتَابَ لَا تَوَلَّى حَتَّى تَقْتُلَ
أَقْرَبَهَا فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَكَانَ وَاللَّهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ أَيْ عَمْرُو بْنُ قَتْلٍ هُوَ لَاءٌ هُوَ لَاءٌ
وَهُوَ لَاءٌ هُوَ لَاءٌ مَنْ لِي بِأُمُورِ النَّاسِ مَنْ لِي بِنِسَائِهِمْ مَنْ لِي بِضِعْمَتِهِمْ فَبَعَثَ
إِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنُ سَمُرَةَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنُ
عَامِرٍ فَقَالَ إِذْهَبَا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فَأَعْرِضَا عَلَيْهِ وَقُولَا لَهُ وَاطْلُبَا إِلَيْهِ فَأَتِيَاهُ
فَدَخَلَا عَلَيْهِ فَتَكَلَّمَا وَقَالَا لَهُ وَاطْلُبَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هَذَا الْمَالِ وَإِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِي
دِمَائِنَا قَالَا فَإِنَّهُ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذًا وَكَذًا وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ قَالَ
فَمَنْ لِي بِهِذَا أَقَالَ نَحْنُ لَكَ بِهِ فَمَا سَأَلَهُمَا شَيْئًا إِلَّا قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهِ فَصَالَحَهُ

قَالَ الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلَى الْمَشِيرَةِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً
وَعَلَيْهِ أُخْرَى وَيَقُولُ إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ
عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری سے سنا، فرماتے تھے قسم ہے خدا کی! معاویہ مقابلہ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جب بہت سارے لشکر مثل پہاڑوں کے لے آئے۔ عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے لشکر اتنے ہیں کہ اب تو جانب مخالف کا نہ توڑے بغیر پیٹھ نہ پھیریں گے، یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو خدا کی قسم! عمرو بن عاص سے بہت بہتر تھے۔ فرمایا: اے عمرو! اگر انہوں نے اُن کو قتل کیا اور انہوں نے اُن کو قتل کیا تو کون میرے لئے ضامن ہوتا ہے لوگوں کے کاروبار سنبھالنے کا ارادہ ان کی عورتوں کے انتظام کا اور ان کے بچوں کی پرورش کا؟ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دو آدمیوں کو بھیجا۔ جو قبیلہ قریش سے بنی عبد شمس کی شاخ سے تھے، جن میں سے ایک کا نام عبدالرحمن بن سمرہ اور دوسرا عبداللہ بن عامر تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کو فرمایا کہ تم دونوں اس مرد مبارک کی خدمت میں جاؤ اور میرا مدعا ان پر پیش کرو، اور ان سے بات کر کے خلافت کی درخواست کرو، لہذا وہ دونوں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور دونوں نے کچھ باتیں حسب مصلحت کر کے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے طالب خلافت ہوئے۔ اس کے جواب میں ان دونوں سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ ہم بنی عبدالمطلب ہیں اور اس مال سے حصہ ہم کو پہنچتا ہے اور یہ جماعت اپنے خونوں میں لوٹ رہی ہے، ان دونوں نے عرض کی، وہ آپ کے اوپر ایسے ایسے امور پیش کر رہے ہیں، (جس کا خلاصہ تاریخ الخلفاء سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ مجھ

کو امر خلافت سپرد کر دو، تاکہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد میں امر خلافت پھر اخیر میں تمہارے ہی سپرد کروں گا) اور وہ تو آپ سے بطیب خاطر مانگتے ہیں۔ حضرت امام حسن نے یہ سن کر فرمایا: کہ اس بات کا ضامن کون ہوتا ہے؟ ان دونوں نے کہا ہم اس کے علاوہ جو کچھ بھی شرائط تقویض خلافت کے، حضرت امام حسن نے پیش کئے، یہ دونوں اس کے جواب میں کہتے رہے، ہم اس کے ضامن ہیں۔ لہذا حضرت امام حسن نے حضرت امیر معاویہ سے صلح کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ صلح نتیجہ اس حدیث کا تھا جو میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی سے سنی تھی۔ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ منبر پر رونق افروز ہیں حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے ایک جامب جلوہ فرما ہیں، کبھی آپ لوگوں کی طرف منہ کرتے ہیں اور کبھی حضرت امام حسن کی طرف اور فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ میرا بیٹا سردار ہے اور بے شک اس کے ذریعہ سے اللہ دوزی جماعت کے مسلمانوں میں صلح کرائے گا۔

اب میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں

اور دعا کرتا ہوں اللہ جل و علا و تبارک و تعالیٰ ہمیں خالص و مخلص محبت اہل بیت بنائے اور جھوٹے دعویداران محبت کے افعال و اقوال و اعتقاد سے محفوظ رکھے اور ہر صحابی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں رکھ کر سب دشمن سے مجتنب رکھے۔ آمین ثم آمین بحرمۃ النبی الامین علیہ و علی آلہ و اصحابہ الصلوٰۃ و التسلیم۔

چونکہ منصف کیلئے یہ بحالہ کافی ہے اور ضدی سخن پرور کے لئے دفتر بھی ناکافی، اس لئے برادران اسلام سے درخواست کرتا ہوں کہ بنظر انصاف اس کا مطالعہ کر کے اہل بیت کرام اور صحابہ کرام کے بارے میں اپنا عقیدہ درست کریں۔

یعنی اس افضل المخلوق بعد الرسل
 ثانی الشہین ہجرت پے لاکھوں سلام
 اصدق الصادقین سید المشرقین
 چشم و گوش وزارت پے لاکھوں سلام
 وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقد
 اس خدا دوست حضرت پے لاکھوں سلام
 یعنی عثمان صاحب قمیص ہدی
 حله پوش شہادت پے لاکھوں سلام
 مرتضیٰ شیر حق اشجع الامجدین
 ساقی شروشریت پے لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت عاشق رسول شاہ احمد رضا محدث بریلوی